معراج کا سچّا واقعہ

اور

ماہِ رجب اور اس کی رسمیں



حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

مِعراج کا سچّا واقعہ

اور

ماہِ رجب اور اس کی رسمیں

اس میں معراج کا سچا واقعہ آسان اور عام فہم انداز میں حوالہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ماہِ رجب کی رسمیں بھی بیان کی گئی ہیں

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرستِ عنوانات

عنوانات	نمبر شمار

پیش لفظ ۹

معراج کا سچا واقعہ ۱۲

معراج کا ذکر قرآن کریم میں ۱۳
اسراء اور معراج کے معنیٰ ۱۵
معراج سے پہلے دو نمازیں فرض تھیں ۱۵
حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تشریف لانا ۱۵

سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ

دل کا آپریشن ۱۶
سفرِ معراج کیلئے بُراق کی سواری ۱۷

سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ

راستہ کے مقدس مقامات کی زیارت ۱۸
عالمِ برزخ کے عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ ۱۹
دُنیا اور شیطان کی مثال ۱۹

حضرت موسیٰ علیہ السلام، دجال اور جہنم کے نگران کو دیکھنا ۲۰
غیبت کرنے والوں کا عذاب ۲۰
جہاد کرنے والوں کا عظیم ثواب ۲۱
حَجّامہ کی تاکید ۲۱
فرض نماز نہ پڑھنے کا عذاب ۲۱
زکوٰۃ نہ دینے کا انجام ۲۲
ناجائز تعلق رکھنے والے مردوں اور عورتوں کا انجام ۲۲
حقوق و امانت میں کوتاہی کا عذاب ۲۳
ڈاکہ ڈالنے کا وبال ۲۳
بے عمل واعظوں کا انجام ۲۴
بڑی بڑی باتیں کرنے والے کا انجام ۲۴
جنت اور اہلِ جنت کا مشاہدہ ۲۴
معراج میں عمدہ خوشبو آنا ۲۶
دوزخ کی بدبو اور اہلِ جہنم ۲۷
یہودی، عیسائی اور دنیا کا بُلانا ۲۸
حلال وحرام کی مثال ۲۹
یتیموں کا مال ناحق کھانا ۲۹
سود کھانے کا وبال ۳۰

پتھر کے لقمے کھانے والا ۳۰
زنا کرنے والی عورتوں اور چغل خور کی سزا ۳۱
اپنی اور دیگر اُمتوں کا مشاہدہ ۳۱

سفرِ معراج کا تیسرا مرحلہ

بیت المقدس تشریف آوری ۳۲
حضور ﷺ کی امامت ۳۲
حوروں سے ملاقات ۳۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حمد ۳۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمد ۳۴
حضرت داؤد علیہ السلام کی حمد ۳۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کی حمد ۳۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حمد ۳۵
حضور ﷺ کی اعلیٰ حمد و ثناء ۳۶
حضور ﷺ کی تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر فضیلت ۳۶
چار پیالے پیش ہونا ۳۷

سفرِ معراج کا چوتھا مرحلہ

آسمانوں کی طرف روانگی ۳۷
پہلا آسمان اور حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ۳۸

باقی آسمانوں کی سیر اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات........ ۳۹
حضرت ابراھیم علیہ السلام کے سلام کا جواب........ ۴۲
ساتویں آسمان پر نہرِ کوثر........ ۴۳

سفرِ معراج کا پانچواں مرحلہ

سِدرَۃُ المُنتَھیٰ........ ۴۳
جنت اور جہنم کا مشاہدہ........ ۴۵
قرض کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہونے کی وجہ........ ۴۶
قلم سے لکھنے کی آواز........ ۴۶

سفرِ معراج کا چھٹا مرحلہ

بارگاہِ خداوندی میں حاضری........ ۴۷
اللہ تعالیٰ کی زیارت اور تین تحفے........ ۵۲
حضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے باتیں اور اللہ تعالیٰ کے الطاف و
عنایات........ ۵۴
پانچ نمازوں کا شاہی عطیہ........ ۵۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پچاس نمازوں میں کمی کا مشورہ دینا..... ۵۶

سفرِ معراج کا ساتواں مرحلہ

واپسی پر بیت المقدس میں انبیاءِ کرام کا اجتماع........ ۵۹

مکہ مکرمہ پہنچنا ۶۰
صبح آپ کا واقعہ معراج بیان فرمانا ۶۰
معراج کی صداقت کے چند واقعات ۶۳
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق ۶۴
معراج کے واقعہ میں ہدایات اور حکمتیں ۶۵
ماہِ رجب اور اوراس کی رسمیں ۸۴
تمہید ۸۶
سیدھا راستہ اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ ۸۶
سیدھے راستہ کی مثال ۸۷
راہِ سنت اور اس کی تاکید ۸۸
حضور ﷺ کی پیروی کرنا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے ۹۰
کثرتِ عبادت کے بجائے اتباعِ سنت ضروری ہے ۹۰
حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ کی سُنّت کی تاکید ۹۲
ماہِ رجب میں دعا ثابت ہے ۹۳
۲۷؍رجب کی شب کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ۹۴
معراج کا واقعہ برحق ہے ۹۵
۲۷؍رجب کی رات میں کوئی خاص عبادت ثابت نہیں ۹۶

پانچ مُبارک راتوں کی فضیلت ثابت ہے ۹۶
۲۷رر جب کا روزہ ثابت نہیں ۹۸
حضرت فاروقِ اعظمؓ کا ۲۷رر جب کا روزہ تڑوانا ۹۹
دین اتباع کا نام ہے ۹۹
نمازِ مغرب میں چار رکعت ادا کرنا جائز نہیں ۱۰۰
رجب کے کونڈے خالص بدعت ہیں ۱۰۱
۲۷رر جب کو چراغاں کرنا ۱۰۲



پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ،
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ،
مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

ہر سال جب رجب کا مہینہ آتا ہے تو کبھی کبھی جو کچھ اس ماہ میں ثابت ہے وہ بیان کیا جاتا ہے اور جو باتیں ثابت نہیں ہیں اُن کی نشاندہی کر کے ان سے بچنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، اس طرح ماہِ رجب کے بارے میں چند بیانات انٹرنیٹ پر محفوظ ہو گئے۔

عزیزم شاہد محمود سلّمہ، نے فرمائش کی کہ ماہِ رجب کے بارے میں ہمارا کوئی رسالہ نہیں ہے جیسا کہ شعبان، رمضان، شوال، بقرعید اور محرم کے بارے میں ہیں۔ بندہ نے ان کی فرمائش قبول کی اور یہ بیان کمپوز کروا کر اور اس پر نظرِ ثانی کر کے اشاعت کیلئے تیار کیا، اس دوران ذہن میں آیا کہ معراج کا واقعہ بڑا ایمان افروز واقعہ ہے اور مشہور قول کے مطابق ماہِ رجب سے بھی اس کا تعلق ہے، اس لئے اس کو لکھنا چاہئے اور اس رسالہ میں شامل کرنا چاہئے۔

عام طور پر تفصیل سے یہ واقعہ سیرت کی کتابوں یا سورہ اسراء کی تفاسیر میں ملتا ہے، اور تلاش کے بعد چند ایک رسالوں میں بھی ملا، مگر وہ آسان اور

عام فہم نہ تھا اور پوری طرح جامع بھی نہ تھا، اس لئے دل چاہا کہ اس کو آسان انداز میں جامعیت کے ساتھ لکھا جائے تا کہ عام مسلمانوں کیلئے اس کا پڑھنا آسان ہو اور اس کو پڑھ کر یا سُن کر ایمان تازہ ہو، اور حضور ﷺ کی قدر ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا، جو آپ کے آخری نبی ہونے، اور نبیِ برحق ہونے کی دلیل ہے، اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ملائکہ عظام پر آپ کے فائق ہونے کا ثبوت ہے، اور ہم اُن کے امتی ہیں۔

پھر اس واقعۂ معراج میں جہاں زمین و آسمان، عالَمِ برزخ، عالَمِ بالا، سدرۃ المنتہٰی اور جنت وجہنم کے عجائبات کا ذکر ہے وہیں اس میں ہمارے لئے بڑی ہدایات، نصیحتیں اور حکمتیں بھی ہیں، ان کو عام کرنے کیلئے اس واقعہ کو لکھنے کا ارادہ کیا، چنانچہ سیرتِ طیبہ کی مستند کتابوں کا مطالعہ کیا، جن میں ''نشر الطیب'' حضرت تھانویؒ کی، اور ''سیرت المصطفیٰ'' حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کو خاص طور پر اس واقعہ کیلئے بنیاد بنایا، اور ان کتب سے یہ واقعہ آسان کر کے لے لیا ہے، اور ان کے ساتھ دیگر کتب اور بعض تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے، ان کا ذکر آخر میں کر دیا ہے۔

جس کتاب سے جو کچھ لیا ہے حاشیہ میں اس کا حوالہ دیدیا ہے تا کہ اصل کی طرف کوئی رجوع کرنا چاہے تو کر سکے، ورنہ کم از کم پڑھنے والے کو کتاب کے حوالے دیکھ کر اطمینان ہو کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس حقیر بندہ کی اس کاوش کو قبول

فرمائیں اور سب مسلمانوں کیلئے ایمان تازہ ہونے کا ذریعہ بنائیں اور دل و جان سے حضور ﷺ کی قدر کرنے اور آپ کی پیروی کرنے کی توفیق دیں، اور معراج کے واقعہ میں ہمارے لئے جو ہدایات اور تعلیمات ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دیں، آمین ثم آمین!

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه أجمعين وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ

جامعہ دارالعلوم کراچی

۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

بروز پیر بعد مغرب




معراج کا سچّا واقعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

جب آنحضرت ﷺ کی عمرِ مبارک اکیاون سال آٹھ مہینے اور بیس دن ہوئی تو مشہور قول کے مطابق نبوت ملنے کے بارہویں سال رجب کے مہینہ میں ستائیسویں شب بروزِ پیر حضور ﷺ کو بیداری کی حالت میں روحِ مبارک اور جسمِ مبارک دونوں کے ساتھ معراج ہوئی۔[۱] [۲]

یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے، دل چاہتا ہے کہ معراج کا سچا اور پیارا واقعہ بیان کیا جائے اور ایمان تازہ کیا جائے، اور اس میں جو حکمتیں ہیں اور ہمارے لئے تعلیم، سبق اور ہدایات ہیں اُنہیں حاصل کیا جائے۔

معراج کا ذکر قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے معراج کا واقعہ قرآنِ کریم میں اختصار کے ساتھ بیان فرمایا

---

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۲۸۷۔

(۲) علماءِ سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ کو کس سال معراج ہوئی؟ چنانچہ علماء کے اس میں دس اقوال ہیں، راجح قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور بیعتِ عقبہ سے پہلے معراج ہوئی، اس لحاظ سے معراج سن ۱۰ نبوی کے بعد سن ۱۱ نبوی میں طائف کے سفر سے واپسی پر کسی مہینہ میں ہوئی۔ رہی یہ بات کہ معراج کس مہینہ میں ہوئی؟ اس میں پانچ قول ہیں، مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی۔ (خلاصہ از سیرت المصطفیٰ: ۱/ ۲۸۷) ہم نے سہولت کیلئے مشہور قول لیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے معراج میں اختیار کیا ہے۔

ہے، اور وہ یہ ہے:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① (سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱)

ترجمہ

پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے (محمد ﷺ) کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجدُ الحرام سے مسجدُ الاقصیٰ تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے (دینی اور دنیاوی) برکتیں رکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں پچھلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کا قبلہ ہے اور وہاں بکثرت انبیاءِ کرام مدفون ہیں۔ اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں کثرت سے چشمے، نہریں اور باغات ہیں جن سے خوب پیداوار ہوتی ہے۔ غرضیکہ مسجدِ اقصیٰ تک آپ کو اس واسطے لے جایا گیا) تاکہ (آپ کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور) وہاں کی خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھلائیں (مثلاً مختصر سی مدت میں اس طویل مسافت کو طے کرنا، انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات کرنا، آسمانوں پر جانا اور بے شمار عجائبات دیکھنا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے سُننے والے، بڑے دیکھنے والے ہیں (وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتے ہیں، اس طرح اُنہوں نے معراج کے ذریعہ حضور ﷺ کو اپنا خاص قُرب عطا فرمایا اور آپ کو بڑی عزت بخشی، جو اس طرح کسی اور کو نہ ملی)۔

قرآنِ کریم میں مسجدُ الحرام سے مسجدُ الاقصیٰ تک تشریف لے جانے کا صراحۃً ذکر ہے اور وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے جانا اور وہاں کے عجائبات کا دیکھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کا خلاصہ آگے آرہا ہے۔(۱)

اسراء اور معراج کے معنیٰ

علماءِ کرام کے نزدیک مسجدُ الحرام سے مسجدُ الاقصیٰ تک جانے کو اسراء کہتے ہیں اور مسجدُ الاقصیٰ سے سدرۃُ المنتہیٰ تک جانے کو معراج کہتے ہیں۔ معراج کے واقعہ میں حضور ﷺ پہلے مسجدُ الحرام سے مسجدُ الاقصیٰ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے آسمانوں، سدرۃُ المنتہیٰ بلکہ اس سے بھی اوپر، اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تفصیل ابھی آتی ہے۔(۲)

معراج سے پہلے دو نمازیں فرض تھیں

معراج سے پہلے حضور ﷺ پر صرف دو نمازیں فرض تھیں، ایک دن کے شروع میں فجر کی نماز، دوسری دن کے آخری حصہ میں مغرب کی نماز۔(۳)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تشریف لانا

جب سورج اپنی روزانہ کی مسافت طے کر چکا اور دنیا والوں سے اوجھل

---

(۱) تنویر السراج، ص:۷۲، معارف القرآن: ۵۴۳۹۔

(۲) ماخذہ سیرت المصطفیٰ: ۱/ ۲۸۹۔

(۳) معراج از مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

ہو کر مغرب کے کنارے ڈوب گیا تو حضور ﷺ کا آسمانوں پر جلوہ افروز ہونے کا وقت آیا، آپ شام کی نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ میں اپنی چچا زاد بہن حضرت امِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آرام فرما رہے تھے، نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکا یک گھر کی چھت پھٹی اور چھت سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نیچے اُترے، آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے۔

سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ

دل کا آپریشن

جبرئیل امینؑ نے خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کر حضور ﷺ کو بیدار کیا اور قدمِ مبارک پر ہاتھ لگا کر جگایا، آپ اُٹھے اور اِدھر اُدھر دیکھا، مگر جب کسی کو نہ پایا تو آنکھیں بند کرلیں اور پھر سو گئے، دوبارہ جبرئیل امینؑ نے جگایا اور حطیم میں لا کر سینہ مبارک چاک کیا، اور قلبِ مبارک کو سونے کی ایک بڑی پلیٹ میں آبِ زمزم سے دھویا، اور اس میں ایمان و حکمت اور تجلیاتِ الٰہی بھر کر اس کے اصل مقام پر رکھ کر سینہ مبارک سی دیا اور درست کر دیا،[1] اور دونوں شانوں

(۱) حضور ﷺ کا سینہ مبارک چار مرتبہ کھولا گیا ہے، (۱) ایک مرتبہ بچپن میں، جب آپکی عمر مبارک تقریباً چار سال تھی اور آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں زیرِ پرورش تھے۔ (۲) دوسری بار شقِ صدر اُس وقت ہوا جب آپکی عمر مبارک دس سال تھی۔ (۳) تیسری بار آپکی بعثت کے وقت سینہ مبارک چاک کیا گیا، (۴) اور چوتھی مرتبہ معراج کے وقت، تاکہ آپ کا قلبِ مبارک آسمانوں کی سیر کرنے اور تجلیاتِ الٰہیہ اور آیاتِ ربانیہ اور خدائے ذوالجلال کی زیارت اور ان کی بارگاہ میں عرض و مناجات کو برداشت کر سکے۔ سیرت المصطفیٰ، ۱/ ۳۷ تا ۸۴۔

کے درمیان مُہرِ نبوت لگائی جو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی ظاہری علامت تھی،[۱][۲] اور آسمانوں کی سیر کی آپ کو خوشخبری سُنا کر اس کیلئے تیار کیا۔

سفرِ معراج کیلئے بُراق کی سواری

آپ کی سواری کے لئے جنت کا ایک جانور بُراق لایا گیا جو سفید رنگ کا تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، اور وہ اتنا تیز رفتار تھا کہ جہاں اُس کی نظر پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا، چنانچہ پلک جھپکنے میں وہ سینکڑوں میل کی مسافت طے کرتا تھا، بیٹھنے کیلئے زین کَسی ہوئی تھی اور مُنہ میں لگام پڑی ہوئی تھی، جب آپ اس پر سوار ہوئے تو وہ شوخی اور مستی کرنے لگا، جبرئیل امین نے کہا اے براق! یہ تجھ کو کیا ہوا؟ آج تک تیری کمر پر حضور ﷺ سے زیادہ کوئی مکرّم اور محترم شخص سوار نہیں ہوا، یہ سُن کر وہ شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوگیا، آپ اس پر سوار ہوئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی، اس شان سے حضور ﷺ روانہ ہوئے۔[۳]

---

(۱) سیرت المصطفیٰ: ۱/۲۹۰۔

(۲) اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ مہرِ نبوت پیدائش کے وقت سے تھی، چنانچہ علماءِ بنی اسرائیل اسی علامت سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے، یہی قول زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ (سیرت المصطفیٰ: ۱/۲۹۰) البتہ معراج کے واقعہ میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے پہلا قول لیا ہے، اس لئے بندہ نے یہاں وہی قول نقل کیا ہے۔ (عبدالرؤف سکھروی)

(۳) نشر الطیب: ص ۵۶

سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ

راستہ کے مقدس مقامات کی زیارت

جب آپ اس بُراق پر سوار ہوئے اور مسجد الحرام سے منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے تو چلتے ہوئے ایسی زمین پر گزر ہوا جس میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے، جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ یہاں اُتر کر دو رکعت نفل پڑھ لیجئے! آپ نے وہاں اُتر کر دو رکعت نماز ادا کی، جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ کو معلوم ہے آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں، جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ نے یثرب یعنی مدینہ منورہ میں نماز پڑھی ہے جہاں آپ ہجرت کریں گے۔ اس کے بعد آپ ایک اور زمین پر پہنچے، جبرئیل امین نے عرض کیا: یہاں بھی اُتر کر نماز پڑھئے! آپ نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین نے عرض کیا آپ نے وادیِ سینا اور شجرہ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر ایک سفید زمین سے گزر ہوا، جبرئیل امین نے عرض کیا: یہاں بھی اُتر کر نماز پڑھئے! آپ نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی جو حضرت شعیب علیہ السلام کے رہنے کی جگہ تھی، وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے، جبرئیل امین نے عرض کیا: یہاں بھی اُتر کر نماز پڑھئے! آپ نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔(۱)

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۱۔ نشر الطیب: ص ۵۶۔

عالمِ برزخ کے عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ

دُنیا اور شیطان کی مثال

آپ بُراق پر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا پر گزر ہوا جو راستہ کے کنارے پر کھڑی تھی، اس نے آپ کو آواز دی، حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا آگے چلئے، اس کی طرف توجہ نہ فرمایئے! آپ چلتے رہے، پھر ایک بوڑھا نظر آیا جو راستہ سے ایک طرف کھڑا تھا اور آپ کو اپنے پاس بُلا تا تھا کہ اے محمد ﷺ اِدھر آیئے، حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا: چلتے چلئے! آگے چل کر آپ کا ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا، اُنہوں نے آپ کو ان الفاظ سے سلام کیا:

السلام علیک یا اوّلُ	آپ پر سلام ہو اے سب سے اول
السلام علیک یا آخرُ	آپ پر سلام ہو اے سب سے آخر
السلام علیک یا حاشرُ	آپ پر سلام ہو اے سب کو جمع کرنے والے

حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ ان کے سلام کا جواب دیجئے! (آپ نے جواب دیا) اس کے بعد حضرت جبرئیل امین نے ان سب کے بارے میں وضاحت کی کہ وہ بڑھیا جو راستہ کے کنارے کھڑی تھی، دُنیا تھی، اب دنیا کی عمر اتنی تھوڑی سی رہ گئی ہے جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے۔ اور وہ بوڑھا مرد جس نے آپ کو پکارا تھا، شیطان تھا، دونوں کا مقصد آپ کو اپنی

طرف مائل کرنا تھا، اگر آپ ان کو جواب دیدیتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی اور وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ اور وہ جماعت جس نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔(۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام، دجال اور جہنم کے نگران کو دیکھنا

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: شبِ معراج میں ایک سرخ ٹیلہ کے قریب میرا گزر ہوا، میں نے دیکھا وہاں قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، نیز میں نے دجال اور جہنم کے نگران کو بھی دیکھا جس کا نام مالک ہے۔(۲)

غیبت کرنے والوں کا عذاب

چلتے ہوئے حضور ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے، حضور ﷺ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں، اور ان کی عزت اور آبرو خراب کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) نشر الطیب: ص ۵۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۲ (۲) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۲

(۳) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۲

جہاد کرنے والوں کا عظیم ثواب

حضور ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور ایک ہی دن میں کھیتی کاٹ لیتے ہیں، اور کاٹنے کے بعد کھیتی پھر ویسی تیار ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی۔ آپ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا یہ کیا ماجرا ہے؟ اور یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے جواب دیا! یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی ایک نیکی سات سو گنا سے زیادہ ہو جاتی ہے، اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔(۱)

حجامہ کی تاکید

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! حجامہ کیلئے چاند کی بہترین تاریخیں ۱۷، ۱۹ اور ۲۱ ہیں، اور فرمایا شبِ معراج میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے میں گزرا، سب نے مجھ سے یہی کہا اے محمد! حجامہ ضرور کروائیں۔(۲)

فرض نماز نہ پڑھنے کا عذاب

چلتے ہوئے حضور ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے تھے اور کچلے جا رہے تھے، اور جب وہ کچلے جاتے تو پھر پہلی

(۱) نشر الطیب :ص ۵۷۔ سیرۃ المصطفیٰ ۱/۲۹۳
(۲) مسند احمد

حالت پر صحیح ہو جاتے اور پھر ان کے سر پھوڑے اور کچلے جاتے، برابر اُن کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہا، آپ نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے۔[۱]

زکوٰۃ نہ دینے کا انجام

پھر حضور ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے کپڑوں کے ٹکڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ اونٹ اور بیل کی طرح چر رہے تھے اور وہ جہنم کے کانٹے اور پتھر کھا رہے تھے، آپ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔[۲]

ناجائز تعلق رکھنے والے مردوں اور عورتوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے، آپ نے دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کے نکاح میں حلال اور طیب بیوی موجود ہے مگر وہ فاسقہ، فاجرہ، بدکار

---

(۱) نشر الطیب: ص ۵۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۳

(۲) نشر الطیب: ص ۵۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۳

عورت کے پاس آئے اور اس کے ساتھ رات گزاری اور صبح تک اس کے ساتھ رہے (اور اس کے ساتھ بدکاری وغیرہ کی)۔ اسی طرح وہ عورت ہے جس کا حلال وطیب شوہر موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار مرد کے ساتھ رات گزارتی ہے اور صبح تک اس کے ساتھ رہتی ہے (اور اس سے بدکاری کرتی ہے)۔[1]

حقوق وامانت میں کوتاہی کا عذاب

چلتے ہوئے آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے جسے وہ اٹھا نہیں سکتا، اور وہ اس میں اور لکڑیاں لا لا کر رکھ رہا ہے، آپ نے دریافت کیا: یہ کیا ماجرا ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ آپ کی امت کا ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں جن کے ادا کرنے سے وہ عاجز ہے، مگر وہ مزید بوجھ اپنے اوپر لادتا جاتا ہے۔[2]

ڈاکہ ڈالنے کا وبال

پھر آپ کا گزر ایک ایسی لکڑی پر ہوا جو راستہ میں پڑی ہوئی ہے، اس کے پاس سے جو شخص بھی گزرتا ہے یا کپڑا گزرتا ہے وہ لکڑی اس کو پھاڑ دیتی ہے، آپ نے جبرئیل امین سے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ

(۱) نشر الطیب: ص ۵۸۔ (۲) نشر الطیب: ص ۵۸۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۲۹۳۔

آپ کی امت میں ان لوگوں کی مثال ہے جو راستہ میں چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں اور راہ سے گزرنے والوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔(۱)

بے عمل واعظوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، جب وہ کٹ چکتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح و سالم ہو جاتی ہیں، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، ختم نہیں ہوتا، آپ نے پوچھا: جبرئیل! یہ کیا معاملہ ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ آپ کی امت کے وہ خطباء اور واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے۔(۲)

بڑی بڑی باتیں کرنے والے کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے، پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا، آپ نے پوچھا: اس کی کیا حقیقت ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات مُنہ سے نکالے پھر اس پر نادم اور شرمندہ ہو لیکن اس کو واپس کرنے پر قادر نہ ہو۔(۳)

جنت اور اہلِ جنت کا مشاہدہ

چلتے چلتے ایک وادی سے گزر ہوا جہاں نہایت ٹھنڈی اور خوشبودار ہَوا

---

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۲۹۴۔ (۲) نشر الطیب: ص ۵۸۔ (۳) نشر الطیب: ص ۵۸۔

آ رہی تھی اور آپ نے وہاں ایک آواز بھی سُنی، آپ نے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ خوشبو اور جنت کی آواز ہے، جنت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے: اے میرے رب! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا کر دیجئے، کیونکہ میری بالائی منزلیں موٹے ریشم اور باریک ریشم سے آراستہ ہیں، قیمتی ہیرے جواہرات اور موتیوں سے سجی ہوئی ہیں، سونے چاندی کے گلاس، پلیٹیں، ہاتھ سے پکڑنے والے پیالے موجود ہیں۔ ہمہ قسم کی سواریاں، شہد، پانی، دودھ اور پاکیزہ شراب وافر مقدار میں پہنچ چکی ہے، لہٰذا وعدہ کے مطابق مجھے جنت میں رہنے والے جنّتی عطا فرما دیجئے! (تاکہ میرے اندر آکر ان نعمتوں کو استعمال کریں)، اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے: (اے جنت!) میں نے تیرے اندر رہنے کیلئے ہر مسلمان مرد، ہر مسلمان عورت، ہر مؤمن مرد، ہر مؤمن عورت طے کر دی ہے جو مجھ پر، میرے رسولوں پر ایمان لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے سوا کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کرے۔ جو مجھ سے ڈرے گا وہ (آخرت کے عذاب سے) محفوظ و مامون ہوگا، اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا، جو مجھ کو قرض دے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے گا) میں اس کو اس کا بدلہ دوں گا، اور جو مجھ پر بھروسہ اور توکل کرے گا میں اس کے کام بناؤں گا۔ یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا، بلاشبہ ایمانداروں کو فلاح نصیب ہوئی، اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے اور با

برکت ہے۔ یہ سُن کر جنت راضی ہوگئی (اللہ پاک ہم سے بھی راضی ہوں، آمین)[1]

معراج میں عمدہ خوشبو آنا

ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی اُس رات مجھے (ایک جگہ نہایت) عمدہ خوشبو آئی، میں نے کہا جبرئیل! یہ زبردست عمدہ خوشبو کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ عمدہ خوشبو فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھا کرنے والی عورت اور اس کے بچوں کی قبر سے آ رہی ہے، میں نے کہا: اس کا کیا قصہ ہے؟ جبرئیل امینؑ نے کہا! ایک دن وہ فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھا کررہی تھی کہ ایک دَم اُس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی، اس نے بسم اللہ (اللہ کے نام سے) کہہ کر کنگھی اٹھائی، فرعون کی بیٹی نے کہا: میرے باپ کا نام لیکر اٹھاؤ، اُس نے کہا: نہیں، میرا اور تمہارے باپ کا رب اللہ تعالیٰ ہے، فرعون کی بیٹی نے کہا: میں اپنے باپ کو بتاؤں؟ کنگھی کرنے والی مؤمنہ نے کہا: شوق سے۔ چنانچہ اس نے اپنے باپ فرعون کو بتایا، فرعون نے کنگھی کرنے والی کو طلب کیا، فرعون نے کہا: اے فلاں عورت! میرے سوا بھی کوئی رب ہے؟ اُس نے کہا: ہاں میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ فرعون نے غصہ میں حکم جاری کیا کہ تانبے کا بہت بڑا کڑھاؤ گرم کیا جائے، (اس کے حکم کی تعمیل کی گئی، ایک بڑے کڑھاؤ میں تیل ڈال کر گرم کیا گیا، جب تیل

(۱) نشر الطیب: ص۵۹۔

کھولنے لگا تو) اس نے دوسرا حکم یہ دیا کہ اسے اور اس کے بچوں کو اس میں ڈال دیا جائے، مؤمنہ عورت نے فرعون سے کہا: میری آپ سے ایک درخواست ہے، فرعون نے کہا: کیا درخواست ہے؟ مؤمنہ عورت نے کہا! میں چاہتی ہوں کہ تم میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں ڈال کر ایک جگہ دفن کر دینا۔ فرعون نے کہا: یہ تمہارا ہمارے ذمہ حق ہے، (یعنی تمہاری یہ فرمائش پوری ہوگی)، پھر فرعون نے حکم دیا کہ اس کے تمام بچے ایک ایک کر کے اس کے سامنے گرم گرم کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دو (چنانچہ فرعون کے نوکروں نے ایک ایک کر کے تمام بچے کڑھاؤ میں ڈال دیئے)، یہاں تک کہ اخیر میں ایک دودھ پینے والے ننھے مُنے بچہ کی باری آ گئی، اس ننھے منے بچہ کی وجہ سے ماں کو دھچکا لگا اور وہ لمحہ بھر کیلئے رُکی، ایک دم ننھا مُنا بچہ بولا، اماں! اس کڑھاؤ میں کود جاؤ، کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت کم اور بہت زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ وہ ماں (بچہ سمیت آگ کے گرم گرم کڑھاؤ میں) کود گئی۔ (مسند احمد)[1]

دوزخ کی بدبو اور اہلِ جہنم

اس کے بعد ایسے مقام سے گزر ہوا جہاں بدبو محسوس ہوئی اور ایک

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بچپن میں چار بچے بولے ہیں: (۱) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (۲) جُریج والا بچہ، جس نے حضرت جریج کے پاکدامن ہونے کی گواہی دی تھی (۳) حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے والا بچہ (۴) فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کرنے والی عورت کا بچہ۔ (مسند احمد)

وحشتناک آواز سُنائی دی، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ جہنم کی آواز ہے (اور جہنم اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتی ہے اے میرے رب! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) وہ پورا فرما دیجئے (اور دوزخی مجھے) عطا کر دیجئے! کیونکہ میری زنجیریں، لوہے کے ہار، آگ کے شعلے، گرم پانی، خون و پیپ اور عذاب بہت زیادہ ہو چکے ہیں، میری گہرائی بہت لمبی، اور گرمی بہت تیز ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ (یہ سُن کر) فرماتے ہیں: میں نے تیرے اندر رہنے کیلئے ہر مشرک مرد، ہر مشرک عورت طے کر دی ہے اور ہر کافر مرد و عورت اور ہر متکبر سرکش جو آخرت کے حساب پر یقین نہیں رکھتا تیرے لئے مقرر کر دیئے ہیں (وہ تیرے اندر ڈالے جائیں گے)، دوزخ یہ سُن کر راضی ہو گئی۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ سے بچائے، آمین) (۱)

یہودی، عیسائی اور دنیا کا بُلانا

چلتے چلتے ایک مقام پر حضور ﷺ کو دائیں طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر فرمایئے، میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں، مگر آپ نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور شخص نے آپ کو اس طرح بائیں طرف سے پکارا، مگر آپ نے اس کو بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی دوران ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور

(۱) نشر الطیب ص ۶۰۔

وہ ہر طرح سے آراستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے، اُس نے بھی کہا اے محمد! میری طرف نظر اٹھایئے، میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی، مگر آپ نے اس کی طرف بھی توجہ نہ فرمائی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل امینؑ نے اس بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کیا: پہلا پکارنے والا یہودی مذہب کا دعوت دینے والا تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہوجاتی۔ اور دوسرا پکارنے والا شخص عیسائیوں کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت عیسائی ہوجاتی۔ اور وہ عورت جو اپنی طرف بُلاتی تھی وہ دنیا تھی، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو اس کا اثر یہ ہوتا کہ آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ (جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے)(۱)

حلال وحرام کی مثال

دورانِ سفر آپ نے ایک مقام پر دیکھا کہ بہت سے دستر خوان لگے ہوئے ہیں جن پر (لذیذ اور) پاکیزہ گوشت رکھا ہوا ہے مگر وہاں کوئی شخص نہیں ہے، اور دوسرے دستر خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے، وہ بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرئیل امین نے ان کے بارے میں وضاحت کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کھاتے ہیں۔(۲)

یتیموں کا مال ناحق کھانا

پھر آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی

(۱) نشر الطیب: ص۶۰۔ (۲) نشر الطیب: ص۶۰۔

طرح ہیں (جو آگ کی) چنگاریاں نکلتے ہیں، اور وہ اُن کے پاخانے کے راستہ سے نکل رہی ہیں۔ جبرئیل امینؑ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے۔[1]

سود کھانے کا وبال

چلتے چلتے ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں کی طرح (بڑے بڑے) ہیں، جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر جاتا ہے (اس طرح ان کو عذاب ہو رہا ہے)۔ حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ سود کھانے والے ہیں۔[2]

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے شبِ معراج میں ایک آدمی کو نہر میں تیرتے ہوئے دیکھا، (جب وہ تیرتے تیرتے کنارے پہنچتا تھا تو) اس کے منہ پر زور سے پتھر مارا جاتا (جس سے وہ واپس نہر کے بیچ میں پہنچ جاتا) میں نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ مجھ سے کہا گیا یہ سود خور ہے۔[3]

پتھر کے لقمے کھانے والا

چلتے ہوئے ایک شخص پر حضور ﷺ کا گزر ہوا جو نہر میں تیر رہا تھا اور پتھر کا لقمہ بنا بنا کر کھا رہا تھا، آپ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا: یہ کون

(۱) نشر الطیب: ص۶۰۔ (۲) نشر الطیب: ص۶۰۔

(۳) مسند احمد۔

ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ سود کھانے والا ہے۔(۱)

زنا کرنے والی عورتوں اور چغل خور کی سزا

پھر آپ کا گزر ایسی عورتوں پر ہوا جو پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں، وہ زنا کرنے والی عورتیں تھیں (جنہیں اس طرح عذاب ہو رہا تھا)۔ پھر آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور پھر وہ گوشت اُنہی کو کھلایا جاتا تھا، ان کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ لوگ چغل خور تھے اور لوگوں کے عیب تلاش کرنے والے تھے۔(۲)

اپنی اور دیگر امتوں کا مشاہدہ

سفرِ معراج میں حضور ﷺ کا گزر بعض ایسے انبیاء علیہم السلام پر ہوا جن کے ساتھ بہت سے لوگ تھے اور ان کا بڑا مجمع تھا، اور بعض ایسے نبیوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے، اور بعض کے ساتھ کوئی نہ تھا، یہاں تک کہ آپ کا گزر ایسے پیغمبر علیہ السلام کے پاس سے ہوا جن کے ساتھ بہت زیادہ لوگ تھے اور بہت بڑا مجمع تھا، حضور ﷺ نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا: آپ اپنا سر مبارک اوپر اٹھایئے اور دیکھئے! میں نے دیکھا تو (کیا بتاؤں) اتنا عظیم الشان مجمع تھا اور اتنے زیادہ لوگ تھے کہ دنیا کے کنارے ان سے بھرے ہوئے تھے، اور مجھ سے کہا گیا: یہ آپ کی امت ہے، اور ان کے علاوہ آپ کی امت

(۱) نشر الطیب: ص ۵۸۔ (۲) نشر الطیب: ص ۶۰۔

میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے، اور آپ نے ان کی یہ علامات بیان فرمائیں کہ وہ لوگ آگ میں لوہا گرم کر کے اس سے جسم داغنے کا علاج نہیں کرتے (یہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک قسم کے علاج کا طریقہ تھا)، اور (ناجائز) جھاڑ پھونک نہیں کرتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔[1]

سفرِ معراج کا تیسرا مرحلہ

بیتُ المقدس تشریف آوری

حضور ﷺ کی امامت

بہر حال سفر کرتے ہوئے اس شان سے حضور ﷺ بیتُ القدس پہنچے اور بُراق سے اترے اور آپ کے بُراق کو اس دروازہ کے گول کڑے سے باندھ دیا جو اَب تک بابِ محمد ﷺ کے نام سے مشہور تھا۔

حوروں سے ملاقات

اس کے بعد آپ فناءِ مسجد میں پہنچے تو جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ مجھے حورِ عین دکھلائیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جبرئیل امین نے کہا: آپ ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے، آپ فرماتے ہیں میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا

(۱) نشر الطیب: ص ۶۱۔

جواب دیا، میں نے پوچھا تم کس کیلئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم نیک ہیں اور حسین وجمیل ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک وصاف ہیں اور وہ (کبھی) میلے نہ ہوں گے اور نہ وہ کبھی مریں گے۔[1]

اس کے بعد آپ مسجدُ الاقصیٰ میں داخل ہوئے جس کو ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی برکتیں گھیرے ہوئی ہیں، آپ نے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں نہایت خشوع وخضوع سے ادا کیں، یہاں آپ کے استقبال کیلئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور فرشتے موجود اور منتظر تھے، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ملائکہ اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور خوب ذوق وشوق سے آپ پر درود بھیجا، اور اعتراف کیا بے شک آپ ہم سب سے افضل ہیں اور آپ پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے۔ اور روایت سے ثابت ہے کہ یہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنے دنیاوی جسم اور روح کے ساتھ تھے، پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی اور تمام حاضرین صف بنا کر کھڑے ہوگئے، جبرئیل امین نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا، تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ملائکہ مقتدی بنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ کو معلوم ہے آپ نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، جبرئیل امین نے عرض کیا: آپ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کو نماز

---

(۱) نشر الطیب: ص ۶۲۔

پڑھائی ہے، اس کے بعد ملائکہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا آپ کے ساتھ یہ حضرت کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ دونوں جہاں کے سردار حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن ﷺ ہیں، پھر ملائکہ نے دریافت کیا: کیا ان کے پاس ان کو بُلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل امین نے فرمایا: ہاں! فرشتوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے، یہ ہمارے بڑے اچھے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے بڑے اچھے خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات فرمائی، پھر ان سب نے اپنے اپنے انداز سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جو یہ ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی:

تمام تعریفیں اس ذاتِ پاک کیلئے ہیں جس نے مجھ کو اپنا خلیل (یعنی جگری دوست) بنایا اور مجھ کو ملکِ عظیم عطا فرمایا اور مجھے لوگوں کا امام اور پیشوا بنایا اور آگ کو میرے حق میں ٹھنڈا اور سلامتی والا بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمد

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح حمد کی:

تمام تعریفیں اس ذاتِ پاک کے واسطے ہیں جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا، اور فرعون کی قوم کی ہلاکت و بربادی اور بنی اسرائیل کی نجات و آزادی میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی، اور میری امت میں ایسی

جماعت بنائی جو حق کے مطابق ہدایت کرتی ہے اور انصاف کرتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی حمد

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی:

تمام تعریفیں اس خدائے پاک کے واسطے ہیں جس نے مجھے عظیم سلطنت عطا فرمائی، اور مجھے زبور سکھائی، اور لوہا میرے لئے نرم کیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرے تابع فرمایا تا کہ میرے ساتھ وہ بھی تسبیح پڑھیں، اور مجھ کو علم وحکمت اور تقریرِ دلپذیر عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حمد

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس طرح حمد کی:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہَوا، جنات اور شیاطین کو میرے تابع کیا تا کہ میرے حکم پر چلیں، چنانچہ میں جو چیز چاہتا وہ بناتے تھے جیسے عالیشان عمارات اور تصاویر (اس وقت بنانا درست تھا) اور پرندوں کی بولی مجھے سکھائی اور اپنے فضل سے مجھے ہر قسم کی چیز دی، اور چرند و پرند، انسان و جنات کو میرے تابع فرمایا، اور ایسی سلطنت عطا کی جو میرے بعد کسی اور کیلئے مناسب نہ ہوگی، اور مجھ سے اس کے بارے میں کوئی حساب وکتاب بھی نہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حمد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس طرح حمد کی:

تمام تعریفیں اللہ جل شانہ کیلئے ہیں جس نے مجھ کو کلمہ بنایا اور حضرت

آدم علیہ السلام کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور پرندوں کے بنانے، پھر اُنہیں اور مُردوں کو زندہ کرنے، کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو اچھا کرنے کا معجزہ عطا فرمایا، اور توریت اور انجیل کا علم دیا، اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا، اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

حضور ﷺ کی اعلیٰ حمد وثناء

آخر میں حضور ﷺ نے اس طرح اللہ جل شانہ کی حمد وثناء کی:
تمام تعریفیں اس ذات پاک کیلئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا یعنی تمام جہاں والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا، اور تمام عالَم کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنایا، مجھ پر قرآنِ کریم اتارا جس میں دین کے تمام احکام کو صاف صاف یا اشارہ کے طور پر بیان کیا، اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اولین و آخرین بنایا یعنی دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب سے آخر میں (اور جنت میں جانے کے اعتبار سے یا) درجہ کے اعتبار سے سب سے اول بنایا، اور میرے سینہ کو کھولا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا، مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا یعنی میری نبوت کو ختم کرنے والا بنایا، جسمانی وجود میں سب سے آخری نبی بنایا اور روحانی وجود میں سب سے پہلے بنایا۔

حضور ﷺ کی تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر فضیلت

آنحضرت ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے فرمایا کہ دیکھو! ان

فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد ﷺ تم سب سے آگے بڑھ گئے اور تم سب سے فائق ہو گئے۔[1]

چار پیالے پیش ہونا

جب آپ فارغ ہو کر مسجدِ اقصیٰ سے باہر تشریف لائے اور آپ کو پیاس لگی اُس وقت آپ کی خدمت میں چار پیالے پیش کئے گئے، دودھ، شہد، شراب اور پانی کے، آپ نے دودھ کا پیالہ لیا اور سیر ہو کر پیا، اور کچھ شہد بھی پیا۔ جبرئیل امین نے عرض کیا: یارسول اللہ! مبارک ہو، آپ نے دینِ فطرت کو اختیار کیا ہے جو آپ کی امت کیلئے نیک فال اور ہدایت کا ذریعہ ہے، اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی، اور اگر پانی کا پیالہ لیتے تو آپ کی امت پانی میں غرق ہو جاتی۔ اور بعض روایات میں ہے سدرۃ المنتہیٰ کے بعد یہ پیالے پیش کئے گئے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، ممکن ہے یہ پیالے دو مرتبہ پیش کئے گئے ہوں، ایک مرتبہ مسجدُ الاقصیٰ سے فارغ ہونے کے بعد، اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پہنچنے پر۔[2]

سفرِ معراج کا چوتھا مرحلہ

(آسمانوں کی طرف روانگی)

اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام سواری کی باگ پکڑے اور

(۱) نشر الطیب: ص۶۱۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۲۹۷ تا ۲۹۹۔

(۲) نشر الطیب: ص۶۶۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۲۹۹۔

حضرت جبرئیل امین آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور دیگر ملائکہ بھی آپ کے ہمراہ تھے، آپ نورانی براق پر سوار آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ سے باہر تشریف لانے کے بعد جنت الفردوس سے زبرجد اور زمرد کی بنی ہوئی نہایت خوبصورت ایک سیڑھی لائی گئی، اس کے ذریعہ آپ آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے، اور آپ کے دائیں اور بائیں اوپر تلے فرشتے ہی فرشتے تھے جو گھیرے ہوئے تھے۔

پہلا آسمان اور حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات

اس طرح نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ پہلے آسمان کے دروازہ بابُ الحَفَظَة پر پہنچے، اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسماعیل ہے، اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں، جبرئیل امین نے دروازہ کھلوایا، وہاں مقرر فرشتے نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا میں جبرئیل ہوں، پھر اُس نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس فرشتے نے یہ دریافت کیا کہ کیا اُنہیں آسمانوں پر بُلانے کا پیغام بھیجا گیا ہے؟ جبرئیل امین نے کہا ہاں! یہ سُن کر فرشتوں نے مرحبا کہا، اور عرض کیا آپ کا آنا بہت اچھا آنا ہے، آیئے، اور دروازہ کھول دیا، آپ اس دروازہ سے آسمان میں داخل ہوئے اور وہاں ایک بہت بزرگ آدمی کو دیکھا، جبرئیل امین نے عرض کیا: یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے! آپ نے ان کو سلام کیا، حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اور فرمایا: نیک بیٹے اور

نیک نبی کو مرحبا ہو! اور آپ کیلئے دُعائے خیر کی، اس وقت آنحضرت ﷺ نے دیکھا کچھ صورتیں حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہیں اور کچھ صورتیں بائیں جانب ہیں، جب وہ دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں، اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضرت جبرئیل امین نے ان صورتوں کے بارے میں بتایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب والی صورتیں اُن کی نیک اولاد کی روحیں ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا اور وہ جنّتی ہیں، ان کو دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور بائیں جانب والی صورتیں ان کی بُری اولاد کی صورتیں ہیں، ان کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آئے گا اور وہ دوزخی ہیں، ان کو دیکھ کر وہ روتے ہیں۔ اور اس آسمان پر آپ نے دریائے نیل اور دریائے فرات کو دیکھا اور نہرِ کوثر بھی دیکھی جس کے کنارے پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے ہیں۔(۱)

باقی آسمانوں کی سیر اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات

پھر آپ ﷺ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور پہلے آسمان کی طرح جبرئیل امین نے دروازہ کھلوایا، اور وہاں کا جو مقرر اور نگران فرشتہ ہے اُس نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ کہا: میں جبرئیل ہوں، پھر اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت محمد ﷺ ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا اُنہیں یہاں آنے کا پیغام دیا گیا ہے؟ جبرئیل امین نے کہا:

---

(۱) نشر الطیب: ص ۶۸، ۶۹۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۰۱، ۳۰۲۔

ہاں! فرشتوں نے یہ سُن کر مرحبا کہا، اور کہا: آپ کا آنا بہت اچھا آنا ہے، اور دروازہ کھول دیا، اور آپ دوسرے آسمان میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، جبرئیل امین نے کہا: یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں، آپ ان کو سلام کیجئے! آپ نے سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا یعنی یوں کہا مرحبا ہو نیک بھائی اور نیک نبی کو۔

اس کے بعد آپ تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور جبرئیل امین نے اسی طرح دروازہ کھلوایا جیسے پہلے کھلوایا تھا، اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اُن سے اسی طرح سلام و دعا ہوئی جس طرح حضرت آدم، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی تھی، اور حضور ﷺ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کو حُسن و جمال کا ایک (بہت بڑا) حصہ دیا گیا ہے۔ پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر جب میں اُن سے مل کر آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد

میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہوگی، جس کی وجہ سے مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے، افسوس! انہوں نے میری تابعداری نہیں کی جس طرح حضرت محمد ﷺ کی امت آپ کی اطاعت کرے گی، اس لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے، اس وجہ سے مجھے رونا آیا۔(۱)

اس کے بعد پھر آپ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو بہت حسین ہیں، اور دیکھا کہ وہ بیتُ المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جو آسمانوں میں فرشتوں کا قبلہ ہے جو ٹھیک خانہ کعبہ کی سیدھ میں ہے، بالفرض اگر وہ نیچے گرے تو خانہ کعبہ پر گرے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جو فرشتے ایک مرتبہ اس کا طواف کر لیتے ہیں پھر دوبارہ ان کی باری قیامت تک نہیں آتی، دوسرے دن دوسرے ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔ بہر حال، جبرئیل امین نے عرض کیا حضور! یہ آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا ہو نیک بیٹے اور نیک نبی کیلئے۔(۲)

(اس کے بعد) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے محمد! (ﷺ) میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور اُن کو بتانا کہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے، پانی بہت میٹھا ہے لیکن وہ چٹیل میدان ہے (اس میں درخت وغیرہ نہیں

(۱) نشر الطیب: ص ۴۷۔ (۲) نشر الطیب: ص ۴۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۰۲۔

ہیں) اور اس کے درخت اور پودے سُبْحَانَ اللہِ. اَلْحَمْدُلِلّٰہِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ ہیں (اس لئے جس کا دل چاہے وہ ان کو زیادہ سے زیادہ پڑھے تا کہ جنت میں اس کیلئے زیادہ سے زیادہ درخت اور پودے لگیں)۔[۱]

دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلمات میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے سلام کا جواب

شبِ معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کی امت کو سلام بھیجا ہے، اس لئے علماءِ کرامؒ نے فرمایا ہے جو شخص یہ حدیث پڑھے یا سُنے اس کو چاہئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلام کا جواب اس طرح دے "وعلیہ السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ"۔ اور جنت کی مٹی کے عمدہ ہونے اور پانی کے میٹھا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی زمین بہت عمدہ اور زرخیز ہے، اس میں سبحان اللّٰہ کہنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، اس کے بعد پانی اور زمین کے عمدہ ہونے کی وجہ سے وہ خود بخود بڑھتا رہے گا، پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جنت کے چٹیل میدان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اصل کے اعتبار سے جنت کی زمین میدان ہے جو لوگوں کو اُن کے نیک اعمال کے مطابق دی جائے گی، اور ان کے موافق جنت میں پھلدار درخت اور پھولدار پودے ان کو ملیں گے۔[۲]

---

(۱) ترمذی شریف ومسند بزار۔ (۲) مأخذہ فضائل ذکر، ص:۱۹۴۔

ساتویں آسمان پر نہرِ کوثر

ساتویں آسمان پر آپ نے ایک نہر بھی دیکھی جو زمرد اور یاقوت کے پتھروں پر بہہ رہی تھی جس کا خوشگوار پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا، جس میں سونے چاندی کے کٹورے، یاقوت وزمرد کے پیالے بہہ رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر آپ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ اس نہر کا کیا نام ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ نہرِ کوثر ہے جو آپ کو عطا ہوئی ہے اور قیامت کے دن کی ناقابلِ برداشت سخت گرمی کے وقت آپ کی پیاسی امت کو سیراب کرے گی۔ اس کے بعد آپ نے جنت اور دوزخ کی سیر کی اور ایسے ایسے عجائبات دیکھے جو کسی اور کو دیکھنے نصیب نہیں ہوئے۔(۱)

سفرِ معراج کا پانچواں مرحلہ

سِدْرَةُ الْمُنْتَهىٰ

آنحضرت ﷺ نورانی بُراق پر سوار حضرت میکائیل علیہ السلام لگام پکڑے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام رکاب تھامے، آسمانوں کی سیر کرتے اور ہر آسمان پر اُن انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات کرتے ہوئے جو وہاں موجود تھے، سِدْرَةُ الْمُنْتَهىٰ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ گئے۔

---

(۱) معراج ماہنامہ مدینۃ العلم ص: ۴۲۔

سِدْرَۃ عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں، سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے، اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور شاخیں ساتویں آسمان پر ہیں، اس کے بیر اتنے بڑے ہیں جیسے مقامِ ہجر کے مٹکے، اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ جبرئیل امین نے کہا: یہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ ہے، زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ پر جا کر ٹھہر جاتی ہے اور پھر اوپر جاتی ہے، اور اوپر سے جو چیز آتی ہے وہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ پر ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے، اور تمام فرشتوں کی آمد و رفت یہیں تک ہے، اس درخت سے آگے کسی جاندار مخلوق کا جانا اور قدم بڑھانا اس کی طاقت سے باہر ہے، اس لئے اس درخت کا نام سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ ہے، اس کی حیثیت گویا ایک درمیانی چوکی کی ہے کہ اس سے نیچے والے فرشتے زمین کے احوال و واقعات وہاں تک پہنچاتے ہیں اور وہاں سے دوسرے فرشتے اوپر لے جاتے ہیں، اسی طرح اوپر کے فرشتے اس مقام پر احکام لاکر پہنچا دیتے ہیں اور نیچے والے فرشتے ان احکامات کو یہاں سے وصول کر کے زمین پر نافذ کرتے ہیں، تو یہ بیری کا درخت دونوں طرف کے فرشتوں کا منتہیٰ ہے اس لئے اس کو سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ کہتے ہیں۔[1]

یہی وہ مبارک درخت ہے جسے چاروں طرف انوار و تجلیات نے گھیرا ہوا ہے، اس کے پتہ پتہ پر ایک ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے میں مشغول ہے جو شبِ معراج میں پروانوں کی شکل میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کیلئے

(۱) درسِ مسلم: ۱/۵۱۶۔

یہاں آئے تھے، کیونکہ وہ اصلی حالت میں یہاں جمع نہیں ہو سکتے تھے۔(۱)

یہیں سے چار نہریں بہتی ہیں، دو نہریں جنت کے اندر جا رہی ہیں، ان میں سے ایک نہرِ کوثر ہے اور دوسری نہرِ رحمت ہے، یہ دونوں جنت کے باغوں میں رواں دواں ہیں۔ اور دو نہریں باہر آ رہی ہیں جن میں سے ایک کا نام دریائے نیل ہے اور دوسری کا نام دریائے فرات ہے۔ آپ نے ان سب کا مشاہدہ کیا اور اسی مقام پر حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا۔(۲)

جنت اور جہنم کا مشاہدہ

جنت چونکہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ کے پاس ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾

(سورۃ النجم)

ترجمہ

سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ کے پاس جنتُ الماْویٰ ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بیت المعمور میں نماز ادا کرنے کے بعد سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ تشریف لے گئے اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ کے بعد جنت کی طرف گئے اور آپ کو جنت میں داخل کیا گیا، آپ نے اس کی سیر کی، اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک

(۱) سیرت المصطفیٰ: ۱/۳۰۳۔ نشر الطیب، ص: ۷۵۔ (۲) درسِ مسلم ونشر الطیب، ص: ۷۵۔

ہے۔ اور جنت کی سیر کے بعد آپ کو جہنم دکھلائی گئی، اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور انتقام تھا، اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے۔[۱]

قرض کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہونے کی وجہ

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے شبِ معراج میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ قرض صدقہ سے کیسے افضل ہوگیا؟ انہوں نے عرض کیا: وجہ یہ ہے کہ مانگنے والا بقدرِ ضرورت مال ہوتے ہوئے بھی مانگتا رہتا ہے (یعنی بلا ضرورت بھی سوال کرتا ہے) جبکہ قرض لینے والا مجبوری میں قرض لیتا ہے، اس لئے یہ صدقہ سے بڑھ گیا۔[۲]

فائدہ: معلوم ہوا ضرورتمند کی ضرورت پوری کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔

قلم سے لکھنے کی آواز

اس کے بعد پھر آپ ایسے بلند مقام پر پہنچے جہاں آپ قلم سے لکھنے کی آواز سُنتے تھے، قلم سے لکھنے کے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اُسے ''صَرِیْفُ الْاَقْلَام'' کہتے ہیں، اس مقام پر قضاء وقدر کے قلم لکھنے میں مشغول تھے، یعنی

(۱) نشر الطیب: ص ۷۸۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۰۳۔ (۲) سنن ابن ماجہ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے روزانہ دنیا میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام لوحِ محفوظ سے نقل کر رہے تھے (اس لئے قلم سے لکھنے کی آواز سُنائی دے رہی تھی)۔[1]

سفرِ معراج کا چھٹا مرحلہ

بارگاہِ خداوندی میں حاضری

مذکورہ بالا مقام سے آپ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی زیارت [illegible] آگے چلے، جبرئیل امین آپ کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ [illegible] کر وہ ٹھہر گئے اور حضور ﷺ سے رخصتی کا سلام کیا، آپ نے فرمایا: اے جبرائیل! کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو تنہا چھوڑتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں تو نُور سے جل جاؤں، اس سے آگے قدم رکھنا سوائے آپ کے کسی دوسرے کا کام نہیں، لہٰذا حضرت جبرئیل امین نے واپس ہونے کی اجازت چاہی، آپ کو سوائے اجازت کے چارہ ہی کیا تھا، لہٰذا جبرئیل امین کو رخصت کیا اور آپ اکیلے ہی اللہ جل شانہ کے دربار کی طرف روانہ ہوئے، آپ کی سواری کیلئے ایک رَفْرَف یعنی سبز رنگ کی مَسْنَد لائی گئی، اس پر آپ سوار ہوئے اور ستر ہزار حجابات (پردے) طے کرائے گئے، ان میں ہر حجاب دوسرے سے مختلف تھا، اور آپ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آوازیں بند ہوگئیں۔[2] ــــــــ یہ وہ وقت تھا کہ آپ تنہا کسی عالیشان بے کیف دربار اور کسی بے پایاں بڑی سرکار میں جانے والے

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۰۴۔ نشر الطیب: ص ۷۸۔ (۲) نشر الطیب: ص ۸۰۔

تھے۔ بظاہر نہ کوئی راہبر، نہ مُونس نہ غمگسار، نہ رفیق ہمراہ تھا نہ کوئی یار و مددگار۔غیبی رہنمائی میں آپ نے قدم آگے بڑھایا، اللہ تعالیٰ کی شانِ جبروتی، عظمتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریائی کی دہشت کے حیرت انگیز آثار قلب پر نمودار ہونے لگے جو احکم الحاکمین کے حضور میں حاضر ہونے والے مقرّب بندہ کے پاک اور بے عیب دل پر ظاہر ہونے چاہئیں۔ گو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں بے خودی کی کیفیت طاری تھی لیکن خوف و اضطراب کی حالت بھی ظاہر تھی اور مُنہ مبارک پر خاموشی طاری تھی کہ یکا یک آپ کے رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کان میں آئی کہ:

قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّی

اے محمد! ٹھہریئے! کیونکہ آپ کا رب
نماز میں مشغول ہے۔

یہ کلمات سُن کر آپ کو حیرت ہوئی کہ یہاں ابوبکرؓ کی آواز کہاں؟ اور کیا ابوبکر مجھ سے بھی آگے بڑھ گئے؟ اور بے نیاز پروردگار کی نماز کیسی؟ تاہم دل کی وحشت اور قلب کی دہشت اس آواز کے سُنتے ہی ختم ہوگئی، ڈھارس بندھی اور فرحت و اطمینان کے آثار پیدا ہوئے، یکا یک دوسری آواز آئی کہ:

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ

ترجمہ

اے ساری مخلوق میں سب سے بہتر! قریب آجایئے۔
اے احمد! قریب آیئے۔ اے محمد! میرے پاس آجایئے۔[1]

(۱) معراج ص ۴۳۔

اس مرتبہ قُرب کا جو درجہ سرورِ کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاصل ہوا، انسان کی طاقت اس کے بیان سے عاجز ہے، نہ انسان میں قوت ہے کہ بیان کرے، نہ زبان کو یارہ ہے کہ اس کا اظہار کرے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے اللہ جل شانہ کی زیارت کی،[1] اور اللہ جل شانہ سے

(۱) شبِ معراج میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، چنانچہ اس میں چار قول ہیں:

۱ ... ایک قول یہ ہے کہ شبِ معراج میں حضور ﷺ نے اللہ جل شانہ کی زیارت کی، اور فتح الملہم میں مسندِ احمد کے حوالہ سے سندِ قوی کے ساتھ یہ روایت منقول ہے: قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی عزوجل، اس لئے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا یہی موقف ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۴۱۲ تا ۴۱۸) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے سیرت المصطفیٰ میں اس کو اختیار کیا ہے، اس لئے بندہ نے یہ قول لیا ہے۔

۲ ... دوسرا قول یہ ہے کہ شبِ معراج میں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں ہوئی۔ یہ چند صحابہ کرامؓ اور متعدد مفسرین کا مذہب ہے (معارف القرآن: ۸/ ۱۹۵) اور حضرت تھانویؒ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور نشر الطیب ص: ۱۰۲ پر حضرت تھانویؒ نے توقف والے قول کو بہتر فرمایا ہے۔

۳ ... تیسرا قول یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں واقعہ معراج میں اللہ جل شانہ کی زیارت کے متعلق جو آیات ہیں اُن سب میں حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور جبرئیل امین دونوں کے دیکھنے کا احتمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا عقلاً اور نقلاً امکان موجود ہے۔ حضرت گنگوہیؒ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فتح الملہم میں اس کو اختیار فرمایا ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۲۱۲ و ۴۱۱)

۴ ... چوتھا قول یہ ہے، جس کو جمہور نے اختیار فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہئے۔ سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن (ج:۸، ص: ۲۰۵) میں اس کو اَسلم اور اَحوط قرار دیا ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں۔ عبدالرؤف سکھروی غفرلہ

بلاواسطہ باتیں کیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ﴿۱۰﴾

(سورۃ النجم)

ترجمہ

پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اپنے بندہ کی جانب جو بھی وحی بھیجی۔

ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ فرماتے ہیں میرے پروردگار جل شانہ نے میرے کندھوں کے درمیانی حصہ پر ہاتھ رکھا جس کی ٹھنڈک کا اثر دل پر ظاہر ہوا اور مجھ پر اولین و آخرین کا علم منکشف ہوگیا۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میرے لئے اس غیبی آواز کا کیا مطلب تھا؟ اور ابو بکر کی آواز یہاں کہاں؟ اور آپ کی حمد و ثناء والی ذات کی نماز کیسی؟ جواب ملا پیارے محمد! میں تو نماز سے بے نیاز ہوں، میری نماز سے مراد وہ خاص رحمت ہے جس کے تم اور تمہاری امتِ مرحومہ لائق ہے، اس وقت وہ میری خاص رحمت آپ پر نازل ہورہی تھی اور تمہارا استقبال کررہی تھی اور ارشاد ہوا اے محمد! یہ آیت پڑھئے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴿۴۳﴾

(سورۃ الاحزاب)

ترجمہ

وہی ہے جو خود بھی تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے، اور وہ مومنوں پر

بہت مہربان ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اور یہاں اس عالَم میں تمہارے دنیا و آخرت کے دوست ابوبکر کی آواز کا سُنائی دینا محض اُنسیت اور عارضی دہشت کو دور کرنے کیلئے تھا، چنانچہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر کی صورت میں پیدا کیا جس نے ان کے لہجہ میں آپ کو پکارا تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو بات کے سمجھنے میں رکاوٹ ہو۔ کیا تمہیں یاد نہیں؟ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے وقت، میں نے ہر وقت ان کے ہاتھ میں رہنے والی لاٹھی کا ذکر چھیڑا تھا اور پوچھا تھا " وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى﴿۱۷﴾ " (اے موسیٰ! یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) اس سے بھی اصل مقصود صرف اُنہیں مانوس کرنا تھا اور اُس رعب و دہشت کو دُور کرنا تھا جو مجھ سے ہم کلام ہوتے وقت انسان کے دل میں طاری ہوتی ہے۔[1]

بعض روایت میں ہے اس موقع پر جبرئیل امین نے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کیا کہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سلام پیش کیجئے! چنانچہ آپ نے عرض کیا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ (تمام قولی عبادتیں، جسمانی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں)، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) آنحضرت ﷺ نے دوبارہ عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيۡنَ (ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر)، اس پر حضرت جبریل علیہ

(۱) معراج، ص:۴۳۔ نشر الطیب، ص:۸۰

السلام اور تمام فرشتوں نے کہا أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔[1]

اللہ تعالیٰ کی زیارت اور تین تحفے

الغرض رسولِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی زیارت اور بلاواسطہ کلام کی دولت سے مشرف ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور آپ کو تین تحفے عطا فرمائے:

۱ ... پانچ نمازیں (آخر میں)

۲ ... سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا مضمون جس میں آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ کی کامل رحمت اور خاص لُطف وعنایت اور سہولت و آسانی اور عفوو مغفرت دینے کا ذکر ہے، اور کافروں کے مقابلہ میں فتح ونصرت فرمانا مذکور ہے، جس کو دُعا کے انداز میں آپ کی امت کو تلقین کی گئی ہے، جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ سورۂ بقرہ کے اخیر میں جو دعائیں تلقین کی گئی ہیں وہ ہم سے مانگو، ہم تمہاری یہ دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔ وہ آیات مع ترجمہ یہ ہیں:

---

(۱) علامہ قرطبیؒ نے احکام القرآن میں اور دیگر مفسرین نے شبِ معراج میں حضور ﷺ کے ملاءِ اعلیٰ میں پہنچنے پر التحیات والا مذکورہ واقعہ لکھا ہے، مرقات شرح مشکوٰۃ میں بھی علامہ ابن الملکؒ کا یہ قول مذکور ہے، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں فرمایا ہے کہ مجھے اس واقعہ کی کوئی سند نہیں ملی۔ (فتح الملہم: ۴۲/۲)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ
وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ
وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ (البقرۃ)

ترجمہ

یہ رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم نے (اللہ تعالیٰ اور رسول کے احکام کو توجہ سے) سُن لیا ہے، اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا، اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے، اور نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو اپنے ارادے سے

کرے۔ (مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرو کہ) اے پروردگار! اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالئے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمایئے، ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ آپ ہی ہمارے حامی و ناصر ہیں، اس لئے کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں نصرت عطا فرمایئے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

۳ ... تیسرا عطیہ آپ کو یہ عطا فرمایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے کبیرہ گناہ معاف فرمائیں گے، یعنی گناہِ کبیرہ کرنے والوں کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں ڈالیں گے، بلکہ کسی کو انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شفاعت سے معاف کردیں گے اور کسی کو فرشتوں کی شفاعت سے، اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے۔ اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا آخرکار وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا۔[1]

حضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے باتیں اور اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات

ایک طویل حدیث میں ہے: حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور اُنہیں عظیم ملک عطا

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۰۷ ۔ نشر الطیب: ص ۸۲۔

فرمایا، اور موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور اُن سے کلام فرمایا، داؤد علیہ السلام کو عظیم سلطنت دی اور ان کیلئے لوہا نرم فرمایا اور پہاڑوں کو ان کے تابع کیا، اور سلیمان علیہ السلام کو ملکِ عظیم دیا، انسان، جنات، شیاطین اور ہواؤں کو ان کے تابع کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی، اندھے، کوڑھی اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور اُن کو اور اُن کی والدہ کو شیطان کے شر سے پناہ دی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل اور حبیب بنایا، اور تمام لوگوں کیلئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا پیغمبر بنا کر بھیجا، تمہارا سینہ کھولا، تمہارا بوجھ اُتارا، اور تمہارا ذکر بلند کیا، اپنی توحید کے ساتھ تمہاری رسالت اور عبدیت کا ذکر کیا، چنانچہ جب میرا ذکر ہوتا ہے تو تمہارا بھی ہوتا ہے، آپ کی امت کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست اور مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، (اسی لئے ہر خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی مذکور ہوتی ہے) اور فرمایا: میں نے تمہاری امت کو تمام امتوں میں بہترین اور درمیانی امت بنایا یعنی امتِ عادلہ بنایا، شرف اور فضیلت کے لحاظ سے آپ کو سب سے اول، اور دنیا میں آنے اور ظاہر ہونے کے لحاظ سے سب سے آخر بنایا، اور آپ کی امت میں کچھ لوگ ایسے بنائے جن کے سینہ میں اُن کی کتاب رکھ دی یعنی اُنہیں قرآنِ کریم کا حافظ بنایا، آپ کو نورانی اور روحانی وجود کے اعتبار سے تمام پیغمبروں میں اوّل بنایا اور پیغمبر بنا کر بھیجنے میں سب سے آخر بنایا، آپ کو سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا کیں جو

آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، اور آپ کو حوضِ کوثر عطا کی، اور آٹھ چیزیں بطورِ خاص آپ کی امت کو عطا کیں: (۱) اسلام اور مسلمان ہونے کا لقب (۲) ہجرت اور (۳) جہاد (۴) نماز اور (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (۸) فاتح اور خاتم بنایا یعنی اولُ الانبیاء اور آخرُ الانبیاء بنایا۔(۱)

پانچ نمازوں کا شاہی عطیہ

الغرض! اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقامِ قُرب میں آنحضرت ﷺ کو اپنی قسم قسم کے الطاف وعنایات سے نوازا اور طرح طرح کی بشارتوں سے مسرور فرمایا، اور خاص انعامات اور احکام وہدایات عطا فرمائیں جن میں سب سے اہم آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کرنا تھا۔ آپ پچاس نمازوں کا شاہی عطیہ لیکر جنت ودوزخ، لوح وقلم، عرش وکرسی اور تمام عجائباتِ عالَم کی سیر کرکے ہزار مسرّتوں اور خوشیوں کے ساتھ عالَمِ دنیا کی طرف واپس ہوئے۔ واپسی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملے، انہوں نے ان احکام و ہدایات اور فریضہ نماز کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پچاس نمازوں میں کمی کا مشورہ دینا

اس کے بعد حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر گزر ہوا، انہوں نے دریافت کیا اے محمد! (ﷺ) آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی گئی ہیں؟ آپ نے جواب

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۰۹۔

دیا: دن اور رات میں پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (ﷺ) میں بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں اور ان کا تجربہ کر چکا ہوں، اُن پر صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں (میں نے ہر ممکن طریقہ سے پڑھوانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانے، انہوں نے یہ نمازیں ترک کر دیں اور دو نمازیں) بھی ان سے ادا نہ ہو سکیں، آپ کی امت ہر لحاظ سے کمزور اور ضعیف امت ہے، ان کے جسم کمزور، دل کمزور، بدن کمزور، حتّٰی کہ آنکھیں اور کان بھی کمزور ہیں، وہ روزانہ پچاس نمازیں ادا نہ کر سکے گی، اس لئے آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس تشریف لیجایئے اور اپنی امت پر رحم فرمائیں اور کچھ نمازیں کم کرنے کی درخواست کیجئے۔ آپ نے اُن کی بات سُن کر مشورہ طلب نگاہوں سے جبرئیل امینؑ کی طرف دیکھا، جبرئیل امینؑ نے مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ تجویز مناسب ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ اپنے پہلے مقام کی طرف واپس ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر نہایت عاجزی سے عرض کیا، اے میرے پروردگار! میری امت ہر لحاظ سے کمزور ہے، ان کے جسم کمزور، کان کمزور اور دل بھی کمزور ہیں، آپ ہمیں مزید سہولت عطا فرمایئے! پچاس نمازیں پڑھنا میری امت کے بس میں نہیں ہے، اور کچھ نمازیں کم کرنے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، اس کے بعد حضور ﷺ، موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ کہا کہ پینتالیس نمازیں ادا کرنا بھی کوئی آسان بات نہیں ہے، آپ واپس جایئے اور دوبارہ کچھ نمازیں کم فرمانے کی درخواست کیجئے، چنانچہ

حضور ﷺ پھر لوٹے اور مزید نمازیں کم فرمانے کی درخواست کی، اس مرتبہ پھر پانچ نمازیں معاف ہوئیں، اور چالیس نمازوں کا حکم لے کر آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس لوٹے۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہانہ نصیحت کے موافق آپ بار بار اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتے رہے اور کچھ اور نمازیں کم فرمانے کی درخواست کرتے رہے، یہاں تک کہ نویں مرتبہ رات اور دن میں صرف پانچ نمازیں فرض رہیں، پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیے اور مزید نمازیں کم کرانے کی درخواست کیجئے، مگر آپ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے بار بار درخواست کی ہے، اب مجھے اللہ تعالیٰ سے مزید نمازیں کم فرمانے کی درخواست کرنے سے شرم آتی ہے، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پھر ٹھیک ہے، آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نیچے زمین پر اتر جائیں، اور آپ کے دل میں بھی یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں فرض ہونے کی بات پکی ہے، لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دے کر حضور ﷺ آگے روانہ ہوگئے، اور منجانب اللہ ایک آواز آئی: اے محمد (ﷺ) آپ نے عرض کیا: لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ (میں حاضر ہوں میری سعادت)، اللہ پاک نے فرمایا میری بات اور میرا حکم نہیں بدلتا، آپ پر نمازیں اُسی طرح فرض ہوئی ہیں جیسے میں نے لوحِ محفوظ میں فرض کی تھیں، یعنی آپ اور آپ کی امت کو پانچ نمازیں ادا کرنے پر پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا، کیونکہ تمہاری امت کی ایک نیکی پر ہماری سرکار سے ہمیشہ دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، لہٰذا میری بات

میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، یعنی پانچ نمازیں بھی ثواب کے لحاظ سے پچاس کے برابر ہیں، ثواب میں کمی نہیں ہوئی، یہ لوحِ محفوظ میں پچاس ہیں اور آپ پر پانچ ہیں، لہٰذا آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں۔

اس طرح حضور ﷺ نہایت خوش وخرم آسمانوں سے واپس لوٹے، پہلے بیت المقدس میں اترے۔[1]

سفرِ معراج کا ساتواں مرحلہ

واپسی پر بیت المقدس میں انبیاءِ کرام کا اجتماع

جب آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے، دیکھا کہ یہاں انبیاء علیہم السلام جمع ہیں، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نماز میں مصروف ہیں، آپ ﷺ نے ان میں سے چند پیغمبروں کی شکل وصورت بھی بیان فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ان کا قد لمبا اور گندمی رنگ کا تھا اور الجھے ہوئے گھونگھریالے بال والے تھے، اور قبیلۂ شؤنة کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد درمیانہ اور رنگ سُرخ و سفید تھا، سر کے بال سیدھے اور لمبے تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حمام سے نہا کر نکلے ہیں، اور حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکی صورت ملتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت تمہارے پیغمبر یعنی خود آنحضرت ﷺ کی سی تھی۔ بہرحال اسی دوران نماز کا وقت آ گیا، آپ نے

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۰۹، ۳۱۰۔ نشر الطیب: ص ۸۴، ۸۵۔

ان سب کو نمازِ فجر پڑھائی اور منصبِ امامت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

اس طرح آسمانوں پر جاتے وقت بھی اور آتے ہوئے بھی تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی امامت فرمانے کا آپ کو شرف حاصل ہوا جو آپ کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے، اور جس طرح آسمانوں پر جاتے ہوئے حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے یہاں آپ کا استقبال فرمایا تھا، واپسی پر یہاں سے انہوں نے آپ کو رخصت کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مکہ مکرمہ پہنچنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بُراق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے اور خواب گاہ میں تشریف لائے تو بستر مبارک کو گرم اور دروازہ کی زنجیر کو ہلتا ہوا پایا، کیونکہ ہزاروں سال کی مسافت کا ایک آن میں طے ہو جانا جس کا نام معراج اور اسراء ہے، قدرت کا کرشمہ تھا جس کو وقت یا زمانہ کی ضرورت نہ تھی۔(۲)

صبح آپ کا واقعہ معراج بیان فرمانا

ایک صحیح روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شبِ معراج گزر گئی اور اگلی صبح میں مکہ مکرمہ میں تھا تو اپنے اس معاملے کی وجہ سے کافی بے چین تھا اور مجھے معلوم تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) معراجِ رسول، ص:۴۹۔ علامہ سید سلیمان ندوی۔ ودرس ترمذی ج ا ص ۳۹۴۔

(۲) معراج، ص:۴۴۔

الگ تھلگ ایک جگہ غمزدہ تشریف فرما ہوئے، حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں اس دوران اللہ کا دشمن ابوجہل آپکے قریب سے گزرا، (اور آپ ﷺ کو غمزدہ بیٹھا ہوا دیکھ کر) وہ آپ کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور مذاق کے طور پر آپ سے پوچھا: کیا کچھ ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﷺ گزشتہ رات مجھے کہیں لے جایا گیا، اس نے پوچھا کہاں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیت المقدس۔ اس نے کہا: آپ ہمارے درمیان بھی آ گئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے ابھی آپ کو جھٹلانا مناسب نہیں سمجھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ پوری قوم کو آپ کی طرف بُلائے تو آپ اس بات کا انکار نہ کر دیں، اس لئے اس نے کہا: اگر میں آپ کی قوم کو بُلاؤں تو کیا آپ اُنہیں بھی یہ واقعہ بتلائیں گے جو مجھے سُنایا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ پھر ابوجہل نے آواز دی اے قبیلہ بنوکعب! ادھر آؤ، چنانچہ یہ لوگ جو الگ الگ مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل کی آواز سُن کر اور اِدھر اُدھر سے سمٹ کر آپ ﷺ اور ابوجہل کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے کہا: جو واقعہ آپ نے مجھے بیان کیا ہے ذرا وہ اپنی قوم سے بھی بیان کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا ﷺ گزشتہ شب مجھے لے جایا گیا، انہوں نے پوچھا کہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس۔ انہوں نے کہا پھر صبح تک آپ ہمارے درمیان بھی تشریف لے آئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ سُن کر کچھ لوگ تو تالیاں پیٹنے لگے اور کچھ لوگ اس واقعہ کو جھوٹ سمجھ کر ازراہِ تعجب سر پکڑ کر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے کہا: آپ ہمارے سامنے بیت المقدس

کی بناوٹ بیان کر سکتے ہیں؟ مجمع میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے فلسطین کا سفر کیا ہوا تھا جہاں بیتُ المقدس ہے اور انہوں نے مسجد بیتُ المقدس دیکھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس کی بناوٹ بیان کرنے لگا تو کچھ باتیں مجھ پر مشتبہ ہوگئیں (یعنی میں شک میں پڑ گیا) کہ ایک دَم مسجد بیتُ المقدس میرے سامنے کر دی گئی اور میں اسے دیکھنے لگا، وہ مسجد مجھ سے اتنی قریب کر دی گئی کہ دارِ عقیل سے بھی نزدیک ہوگئی، پھر میں دیکھ دیکھ کر مسجد کی تفصیل بتانے لگا، جبکہ وہ تفصیل مجھے پہلے یاد نہیں تھی۔ تمام لوگوں نے تفصیلات سُن کر بیک زبان ہو کر کہا جہاں تک مسجد کی علامات اور تفصیلات کا تعلق ہے، سو اللہ کی قسم وہ تو آپ نے سب ٹھیک بتائی ہیں۔(۱)

بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ صبح کے بعد آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا، سُن کر حیران ہوگئے، کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تالیاں بجائیں اور تعجب سے کہنے لگے ایک ہی رات میں بیتُ المقدس جا کر واپس بھی آ گئے، یہ کیسے ممکن ہے؟ جو لوگ بیتُ المقدس دیکھے ہوئے تھے اُنہوں نے بطورِ امتحان بیتُ المقدس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ نے بیتُ المقدس کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا، کافروں نے سوالات شروع کئے، آپ اس کو دیکھتے جاتے تھے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب کوئی بات پوچھنے کی باقی نہ رہی تو یہ کہا کہ اچھا، راستہ کا کوئی واقعہ بتاؤ!

(۱) مسند احمد، اسنادہ صحیح۔

معراج کی صداقت کے چند واقعات

آپ نے فرمایا: واپسی کے سفر میں مقامِ روحاء پر ایک قافلہ ٹھہرا ہوا تھا جو ملکِ شام سے مکہ مکرمہ واپس آ رہا تھا، ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا جو میرے بتلانے سے مل گیا، پھر میں معراج کے سفر سے واپس آیا اور ان کے پاس پہنچا تو میں نے اُنہیں سوتا ہوا پایا، اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا، میں نے ڈھکنا اُتار کر اس کا پانی پیا پھر اسی طرح اس کو ڈھک دیا۔ آپ نے فرمایا: تین دن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ جائے گا، اس میں ایک خاکی رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہوگا جس پر دو بورے لدے ہوں گے، ایک کالا اور دوسرا دھاری دار۔ چنانچہ تیسرے دن وہ قافلہ اسی شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا، اور قافلہ والوں نے اونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا اور کہا یہ واقعہ بالکل صحیح ہے، اُس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا جو بعد میں مل گیا، اور اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے ایک برتن میں پانی بھر کر ڈھک دیا تھا جو بعد میں ڈھکا ہوا تو ملا، لیکن اس میں پانی نہ تھا، جس سے آپ کی تصدیق ہوئی۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے راستہ کی ایک نشانی یہ بتلائی کہ مجھے مقامِ ذِی طُویٰ میں ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے آ رہا ہے وہ بدھ کی شام تک مکہ مکرمہ پہنچ جائے گا۔ جب بدھ کا دن ہوا اور قافلہ نہ پہنچا، یہاں تک

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۱۱۔ نشر الطیب: ص ۸۷۔

کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے کچھ دیر کیلئے آفتاب کو غروب ہونے سے روک دیا، یہاں تک کہ وہ قافلہ آپ کی اطلاع کے مطابق اسی روز مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔(۱)

ان واقعات سے آپ کا سچا ہونا ثابت ہوگیا اور قریش کے لوگوں نے آپ کا سچا ہونا آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سُن لیا، لیکن انہیں ماننا نہ تھا اس لئے نہ مانا، اور اپنی ضد پر قائم رہے، بلکہ ولید بن مغیرہ نے یہ سب سُن کر اور دیکھ کر کہا کہ یہ جادو ہے، اور لوگوں نے کہا ولید سچ کہتا ہے۔(۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق

کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے لیجئے حضرت! آپ کے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک نئی کہانی سُنائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا، وہاں سے آسمانوں کی سیر کرتا ہوا اور جنت ودوزخ کو دیکھتا ہوا صبح سے پہلے واپس آگیا، کیا تم اس کی بھی تصدیق کروگے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول ہیں، وہ جو کچھ بھی فرمائیں سچ ہے، اور جب ایک لمحہ میں اُن پر آسمان سے وحی کا اترنا میں نے مان لیا تو آن کی آن میں آسمانوں کی سیر پر ایمان لانا کونسی بڑی اور تعجب کی بات ہے! میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۱) نشر الطیب: ص ۸۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۱۱۔ (۲) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۱۱، ۳۱۲۔

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! میں نے بیتُ المقدس کو دیکھا ہوا ہے، آپ بیان فرمائیں آپ نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے وہاں کے حالات اور واقعات بیان کرنے شروع کئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے رہے بے شک سچ ہے اور واقعی درست ہے، اُسی وقت سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا اور اُنہوں نے ایمان وتصدیق کی دولت سے اپنا دامن بھرلیا۔(۱)

یہ معراج کا سچا واقعہ ہے جس میں عجیب وغریب حکمتیں ہیں اور ہمارے لئے بہت سی ہدایات اور سبق ہیں، ذیل میں انہیں لکھا جاتا ہے تاکہ ان پر عمل کریں اور حکمتوں سے اپنا ایمان تازہ کریں۔

معراج کے واقعہ میں ہدایات اور حکمتیں

☆ اللہ تعالیٰ نے معراج کے واقعہ کو'' سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا (الآیۃ)) سے بیان کرنا شروع فرمایا ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ واقعہ محال اور ناممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے کوئی مشکل نہیں، جب روزانہ لاکھوں ملائکہ صبح وشام زمین سے آسمان اور آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں تو حضور ﷺ کا جبریل امین کے ذریعہ آسمانوں پر جانا آنا کچھ مشکل نہیں۔ اور ایک مثال سے بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ جب ہمارے خیال میں منجانب اللہ اتنی طاقت ہے کہ وہ ایک لمحہ میں آسمان پر چلا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۱۲۔ نشر الطیب: ص۹۰۔

آگے جا سکتا ہے اور آ سکتا ہے تو حضور ﷺ کو ایک رات میں معراج ہو جانا بلاشبہ ممکن ہے۔

☆ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ معراج کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں، بلکہ عظیم الشان معجزہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے حضور ﷺ کو بیداری کی حالت میں اپنے مبارک جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی۔ تمام صحابہؓ وتابعینؒ اور سلفِ صالحین کا یہی عقیدہ ہے۔

☆ مسجدُ الحرام سے بیتُ المقدس تک جانے کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے، اس لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اس میں تاویل کرنے والا بدعتی ہے، اور بیتُ المقدس سے آگے جانے سے انکار کرنے والا اور تاویل کرنے والا بدعتی (اور گمراہ) ہے۔[1]

☆ حضراتِ علماءِ کرامؒ نے فرمایا: حضور ﷺ تواضع کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اس تواضع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دو فضیلتیں عطا فرمائیں ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور تواضع کرنے کی وجہ سے معراج کی دولت عطا کی، اور دوسرے مخلوق کے ساتھ تواضع اختیار کرنے کی وجہ سے دولتِ شفاعت عنایت فرمائی۔ ہمارے لئے اس میں یہی تعلیم اور سبق ہے کہ تواضع اختیار کریں اور دنیا

---

(۱) نشر الطیب: ص ۱۰۲، بتصرف۔

و آخرت کی رفعت اور بلندی حاصل کریں! معراج کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شانِ عبدیت کو بیان فرمایا ہے، آپ کے نبی اور رسول ہونے کی صفت کو بیان نہیں کیا، وجہ یہ ہے کہ معراج میں بندہ سب کو چھوڑ کر اپنے آقا و مولیٰ کی بارگاہ کی طرف جا رہا تھا، اس کیلئے عبدیت ہی کا ذکر مناسب ہے، جبکہ نبوت و رسالت کے معنیٰ ہیں بندہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف آنا، یہ معنیٰ معراج کے مقام کے مناسب نہیں۔

☆ حضرت امام رازیؒ سے منقول ہے کہ شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا: آپ کو کونسا لقب اور کونسی صفت سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صفتِ عبدیت''، یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا سب سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے جب سورت نازل ہوئی تو اسی پسندیدہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔

☆ ''اسراء'' کے معنیٰ اگرچہ رات میں لے جانے کے ہیں لیکن اس کے ساتھ '' لَیْلاً '' کا لفظ بڑھانا اس طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے تھوڑے سے حصہ میں حضور ﷺ کو زمین و آسمان، جنت و جہنم اور دیگر مقامات وغیرہ کی سیر کرادی، اور رات کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عام طور پر رات کا وقت خلوت اور تنہائی کا وقت ہوتا ہے، اس میں بُلانا اور زیادہ قریب فرمانے اور خاص فرمانے کی دلیل ہے۔

☆ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے میں شاید یہ حکمت ہو کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ دونوں قبلوں کے انوار و برکات حاصل ہوں، اور وہاں بنی اسرائیل کے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جمع فرمایا تا کہ ان کے فضائل اور کمالات بھی حضور ﷺ میں جمع ہو جائیں، اور اس طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ عنقریب بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس بھی بنی اسماعیل کے قبضہ میں دیدیا جائے گا اور حضور ﷺ کی امت دونوں قبلوں کے انوار و برکات حاصل کرے گی۔

☆ مسجدِ اقصیٰ میں حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ملائکہ عظام کا حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے دراصل عملی طور پر یہ دکھانا مقصود تھا کہ واقعۃً حضور ﷺ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے سردار اور امام ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقربین ملائکہ وغیرہ بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرلیں۔

☆ حضور ﷺ نے مسجدِ اقصیٰ میں جو نماز پڑھائی وہ نفل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں وہ نماز فرض تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی۔ صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے معراج کا سفر نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان میں تھا، مکہ مکرمہ میں آپ عشاء کی نماز کے بعد بستر پر لیٹ چکے تھے، اس کے بعد حضرت جبریل امین بُراق لیکر آئے اور نمازِ فجر سے پہلے آسمانوں سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور فجر کی نماز آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔

☆ جبریل امین کا گھر کی چھت کھول کر آپ کی خدمت میں آنا آپ کا سینہ مبارک کھولنے کی طرف اشارہ کرنے کیلئے تھا کہ اسی طرح آپ کا مبارک سینہ کھولا جائے گا، اور پھر اس کو سی دیا جائے گا۔

☆ چنانچہ جبریل امین اور حضرت میکائیل علیہما السلام نے حطیم میں آ کر آپ کو جگایا اور آپ کو زمزم کے کنویں پر لے گئے اور لٹا کر وہاں آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور قلبِ مبارک کو نکال کر زمزم کے پانی سے دھویا، اور ایمان وحکمت اور تجلّیاتِ الٰہی سے بھرا ہوا سونے کا ایک طشت (بڑی پلیٹ) لایا گیا اور وہ ایمان وحکمت آپ کے دل میں بھر دیا، اور سینہ دوبارہ سی کر برابر کیا اور ٹھیک کر دیا، چنانچہ حضراتِ صحابہ کرامؓ آپ کے سینہ مبارک کی یہ سلائی اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کا دلِ مبارک عالَمِ ملکوت کی سیر اور تجلّیاتِ الٰہیہ اور آیاتِ ربانیہ کے مشاہدہ کے وقت اور خدائے ذوالجلال کی زیارت، عرض و مناجات اور کلام کرنا برداشت فرما سکے۔ اور دونوں شانوں کے درمیان مہر اس لئے لگائی تا کہ دل میں جو ایمان وحکمت بھرا گیا ہے وہ نکلنے نہ پائے، محفوظ ہو جائے۔ بہر حال جب آپ کا قلبِ مبارک خوب پاک و صاف ہو گیا اور انوار وتجلّیات سے روشن ہو گیا تو آپ کو معراج کے سفر پر لے جایا گیا۔[1]

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۸۴۔

☆ بیت المقدس پہنچ کر آپ کے بُراق کو ایک گول کڑے سے باندھ دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ جائز اسباب اختیار کرنا اور احتیاط سے کام لینا جائز ہے، یہ توکل کے خلاف نہیں جبکہ دل میں بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہو، اسباب پر نہ ہو۔

☆ جب آپ پہلے آسمان پر پہنچے اور جبریل امین نے دروازہ کھلوایا تو اوپر سے پوچھا گیا کون ہے؟ تو جبریل امین نے اپنا نام بتایا، یوں نہیں کہا میں ہوں۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ اس طرح جب کوئی دریافت کرے تو جواب میں یہی ادب ہے کہ اپنا نام لے، کیونکہ جواب میں میں ہوں کہنے سے اکثر پہچان نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں بھی ایسے جواب دینے پر ممانعت آئی ہے۔

☆ اس واقعہ میں یہ تعلیم بھی ہے کہ جب کسی کے گھر جائے تو اجازت لیکر اندر جائے، خواہ مردانہ حصہ میں جائے۔ بلا اجازت نہ جانا چاہئے۔

☆ معراج میں جب آنحضرت ﷺ آسمانوں پر پہنچے تو وہاں خاص خاص انبیاءِ کرام علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کرائی گئی، اس میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور ﷺ کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے، جیسے پہلے آسمان میں آپ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی ہیں اور اولادِ آدم کے سب سے پہلے باپ ہیں، اس ملاقات میں اس طرف

اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دشمن شیطان کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت کی، اسی طرح آپ بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے، اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنے محبوب وطن سے جُدائی طبعًا آپ کیلئے شاق ہوگی۔[1]

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ اپنے داہنی جانب دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے، اس سے والد کی اولاد پر شفقت ثابت ہوتی ہے کہ اولاد کی خوشحالی پر مسرور ہو، اور ان کی بدحالی پر مغموم ہونا چاہئے۔

☆ معراج کے واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کو دیکھ کر روئے کہ میری امت کی تعداد سے زیادہ ان کی امت جنت میں جائے گی، یہ رونا اپنی امت پر حسرت اور غم کی وجہ سے تھا، اور حضور ﷺ کی امت کی تعداد کی کثرت پر رشک کے طور پر تھا۔ معلوم ہوا کہ نیک اور اچھے کام میں رشک کرنا اچھی بات ہے۔

☆ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

أنا أولى الناس بعيسى بن مريم، إنه ليس بيني و بينه نبي

(صحیح ابن حبان ـ ۱۵/ ۲۳۳)

---

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۱۷۔

ترجمہ

میں تمام انبیاء علیہم السلام میں عیسیٰ بن مریمؑ کے سب سے زیادہ قریب ہوں، میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ حضور کی امت کے اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا خاتمہ کرنے کیلئے آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور حضور ﷺ کی امت میں ایک مجدّد ہونے کی حیثیت سے آپ کی شریعت کو نافذ اور جاری فرمائیں گے، اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین و آخرین کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ سے شفاعتِ کبریٰ کی درخواست کریں گے، ان وجوہات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ ہونا محض رشتہ داری کی وجہ سے تھا، کیونکہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔[1]

☆ تیسرے آسمان پر حضور ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اٹھائیں گے اور پھر آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے، چنانچہ جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا آپ نے قریش کو انہی الفاظ سے خطاب کیا جن الفاظ

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/ ۳۱۷۔

سے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا، چنانچہ فرمایا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ أَيِ الْعُتَقَاءُ (فتح الباری: ۷/۱۶۲)

ترجمہ

آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے اور وہ ارحم الراحمین ہے، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

نیز جب حضور ﷺ کی امت جنت میں داخل ہوگی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ان کی شکل وصورت بہت خوبصورت ہوگی۔[1]

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ اپنے زمانہ کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھیں گے، کیونکہ خط و کتابت کے سب سے پہلے ایجاد کرنے والے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں ''وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' (سورۃ مریم: ۵۷) آیا ہے یعنی ہم نے ان کو اونچا مقام عطا کیا۔ ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اونچا مقام اور عالی مرتبہ عطا فرمائیں گے، چنانچہ جب آپ نے شاہِ روم کے نام خط لکھا تو شاہِ روم آپ سے مرعوب ہوگیا، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے (حالانکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں تھے لیکن شاہِ روم کے دربار میں موجود

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۱۸۔

تھے) کہ حضور ﷺ کا درجہ اور مقام اتنا بلند ہوا کہ شاہِ روم بھی اُن سے ڈرنے لگا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح سامری اور بنی اسرائیل میں سے جس جس نے حضرت ہارون علیہ السلام کی بات نہ مانی اور گائے کے بچھڑے کی پوجا پاٹ کی، جس کے نتیجہ میں مرتد ہونے کی سزا میں وہ قتل کئے گئے، اس طرح حضور ﷺ کی امت میں جنگِ بدر میں قریش کے ستر سردار قتل کئے گئے اور ستر قید کئے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ملکِ شام میں قابض قوم سے جہاد و قتال کیلئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے فتح دی، اسی طرح حضور ﷺ بھی جہاد کیلئے ملکِ شام جائیں گے، چنانچہ آپ سن ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے گئے اور دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کے رئیس نے جزیہ دیکر صلح کی درخواست کی، آپ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی۔ اور جس طرح ملکِ شام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہوا، اسی طرح حضورِ پُر نور ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر پورا ملکِ شام فتح ہوا اور اسلام کے زیرِ نگیں آیا۔

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دیکھا کہ وہ بیتُ المعمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے بانی ہیں اور بیتُ المعمور اس کے مقابل ساتویں آسمان پر ہے اس

لئے ان کو یہ مقام عطا ہوا۔ ان سے ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ حضور ﷺ وفات سے پہلے حجِ بیت اللہ فرمائیں گے۔

اس سے یہ حکم بھی معلوم ہوا کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پُشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے، اگر چہ ہمارے لئے ادب یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلام کا اس طرح جواب دینا چاہئے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور سُبْحَانَ الله، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَللهُ اَکْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله کی کثرت کرنی چاہئے۔

پھر ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے جس میں فتحِ مکہ کی طرف اشارہ تھا جو سن ۸ ہجری میں فتح ہوا، اور سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صَرِیْفُ الْاَقْلَام (قلموں کے لکھنے کی آواز کی جگہ) پہنچنے سے غزوہ تبوک کی طرف اشارہ تھا جو سن ۹ ہجری میں پیش آیا، جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

اس کے بعد آپ اللہ جل شانہ کے قریب ہوئے جہاں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور آپ نے کلامِ ربّانی سُنا، وہاں جا کر معراج پوری ہوئی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور ﷺ کا وصال ہوگا اور خدائے ذوالجلال سے ملاقات ہوگی اور آپ اس دارِ فانی کو چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے جاملیں گے۔(۱)

حضور ﷺ کا حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی بیتُ المقدس میں زیارت کرنا اور ان کی امامت فرمانا اور آسمانوں میں ان سے ملاقات کرنا، یہ

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۲۰۔

سب حضور ﷺ کے اعزاز و اکرام کیلئے تھا۔

شبِ معراج میں حضور ﷺ اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں، آپ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا یعنی ہم نے سُنا اور تابعداری کی، کہہ کر واپس ہوئے، واپسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ نہیں فرمایا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا، انہوں نے نمازیں کم کرانے کا مشورہ دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں جو رضاء و تسلیم، عجز و انکساری اور نیازمندی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے مقام پر فائز ہیں جو مقامِ ناز ہے، اس لئے نمازیں کم کرانے کا مشورہ دیا، اس طرح خلیل اللہ خاموش رہے اور کلیم اللہ بولے۔ سبحان اللہ کیا حکمت ہے!!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ کی بناء پر حضور ﷺ بار بار نمازیں کم فرمانے کی درخواست کرتے رہے، آخر کار پانچ نمازیں رہ گئیں، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اب مجھ کو شرم آتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پچاس نمازوں میں نو مرتبہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے نمازیں کم کرنے کی درخواست کی، اس طرح پینتالیس نمازیں معاف ہو کر صرف پانچ نمازیں رہ گئیں، اس کے بعد بھی اگر نمازیں کم کرنے کی درخواست کی جاتی تو درخواست کا مطلب یہ ہوتا کہ پانچ اور معاف کر دیں، تو فرض نمازوں کا کوئی حصہ بھی باقی نہ بچتا جس کی تعمیل ہو سکے، اس لئے حضور ﷺ شرما گئے اور مزید نمازیں کم کرانے کیلئے

واپس جانے سے منع کر دیا۔

پچاس نمازوں میں سے کچھ نمازیں کم کرانے کا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشورہ دینے میں یہ تعلیم ہے کہ اپنے ہمدرد اور بہی خواہ کیلئے جس پہلو میں بہتری اور بھلائی ہو اُس کا مشورہ دیدینا چاہئے، پھر خواہ وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازیں کم کرانے کا مشورہ دینے کے بعد، حضور ﷺ کا مشورہ لینے کے انداز سے حضرت جبرئیل امینؑ کی طرف دیکھنے اور جبریل امینؑ کا اپنی رائے دینے میں یہ سبق ہے کہ اہم امور میں اپنے رفیق اور خیر خواہ سے مشورہ کرنا چاہئے۔

آسمانوں کی سیر میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو مختلف عبادتوں میں مشغول پایا، بعض قیام کی حالت میں ہمیشہ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، بعض رکوع میں ہیں وہ کبھی سر نہیں اٹھاتے، اور بعض سجدہ میں ہیں جو ہمیشہ سجدہ میں ہیں، اور بعض ہمیشہ قعدہ میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کی عبادت میں یہ تمام ارکان ایک ہی رکعت میں جمع کر دیئے تاکہ آپ کی امت کی عبادت تمام فرشتوں کی عبادت کا مجموعہ اور خلاصہ ہو۔[1]

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ (سورۃ الإسراء، آیت ۴۴) یعنی ہر شئی (ہر وقت) اللہ تعالیٰ کی پاکی اور حمد و ثناء کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح نہیں

(۱) سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۳۲۱۔

سمجھتے۔ کیونکہ کائنات کی تسبیح مختلف طریقوں سے ہے، ایک طریقہ سے نہیں ہے، چنانچہ تمام درختوں اور پودوں کی تسبیح ہمیشہ قیام کی حالت میں ہے، اور تمام جانوروں اور مویشیوں کی تسبیح ہمیشہ رکوع کی حالت میں ہے، اور تمام کیڑے مکوڑوں کی تسبیح ہمیشہ سجدہ کی حالت میں ہے کہ ہر وقت ان کی پیشانی زمین سے لگی رہتی ہے، اور تمام پہاڑوں اور پتھروں اور دیگر جمادات کی تسبیح ہمیشہ قعدہ کی حالت میں ہے۔ اللہ جل شانہ نے ہماری نماز میں حمد و ثناء اور تسبیح کی تمام قسمیں جمع فرمادی ہیں۔ فللّٰہ الحمد

شبِ معراج میں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی یا نہیں؟ اس میں علماءِ کرام کا اختلاف ہے، جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ کا یہی مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے پروردگار کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا، یہی محققین رحمہم اللہ کے نزدیک راجح اور حق ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں صراحت ہے جب حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! میں نے شبِ معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔ چنانچہ مسند امام احمد میں سندِ صحیح کے ساتھ مروی ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ, قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
رَأَيْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى (مسند احمد: ۱/۲۸۶)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے بابرکت اور بلند و برتر پروردگار کو دیکھا ہے''۔

حضور ﷺ کو جو معراج ہوئی اس کے بارے میں یہ نہ کہنا چاہئے کہ معراج صرف حضور ہی کو ہوئی، اور کسی نبی کو نہیں ہوئی، بلکہ معراج سب کو ہوئی، البتہ حضور ﷺ کی معراج دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کی معراج سے افضل اور اکمل ہے۔(۱)

معراج کے سفر میں جبریل امین نے آپ کی رکاب پکڑی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے خادموں سے ایسا کام لے یا کوئی خلوص سے محبت کرنے والا محض اکرام و محبت میں ایسا کرے تو اس کو گوارا کر لینا جائز ہے، البتہ غرور و تکبر میں اس کو گوارا کرنا صحیح نہیں۔

معراج کے سفر میں مبارک اور مقدس مقامات میں اُتر کر حضور ﷺ نے نماز پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ مبارک مقامات میں نماز پڑھنا برکت کا باعث ہے۔

اس سفر میں آپ نے بعض اعمال پر لوگوں کو سزا ملتے ہوئے دیکھا اور بعضوں کو اچھا بدلہ ملتے ہوئے پایا، اس سے ان اعمال کا بُرا ہونا اور اچھا ہونا ثابت ہوا، اور معلوم ہوا کہ بُرے کاموں سے بچنا چاہئے اور اچھے کام کرنے چاہئیں۔

آپ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی، اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا، مکروہ وممنوع وقت نہ ہو تو یہ نفل پڑھنے چاہئیں۔

---

(۱) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج، ص:۸۴۔

بیتُ المقدس میں تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے آپ امام بنائے گئے، اس سے ثابت ہوا کہ نمازیوں میں جو سب سے افضل ہو اُس کی امامت افضل ہے، اس کو امام بنانا چاہئے۔

بیتُ المقدس میں تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے طور پر بیان کرنا جائز ہے، فخر وغرور کے طور پر درست نہیں۔

جب آپ بیتُ المقدس سے باہر تشریف لائے اور آپ کو پیاس لگی تو چار قسم کے مشروب پیش کئے گئے، آپ نے ان میں سے دودھ والا پیالہ لے لیا، اس سے کھانے پینے میں فراخی کرنے کا جائز ہونا ثابت ہوا، خاص طور پر مہمانوں کیلئے۔

اور ان چار پیالوں کے پیش کرنے میں حضور ﷺ کا امتحان لینا مقصود تھا، تو اس سے ثابت ہوا دین میں امتحان لینا جائز ہے۔

اس سفر میں فرشتوں نے حضور ﷺ کو دونوں طرف سے گھیرا ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کیلئے خادم دونوں جانب سے گھیرے ہوں تو اس میں کچھ حرج نہیں، جائز ہے۔

اس سفر میں فرشتوں نے آپ سے عرض کیا حَجَامَہ ضرور کرائیں، یہ ایک طریقہ علاج ہے جو آجکل بھی ہوتا ہے، اس میں متعدد بیماریوں کا علاج ہے اور مفید ہے، حضور ﷺ نے بھی حَجَامَہ کروایا ہے، اس نیت سے کروانے میں سنت کا بھی ثواب ہے۔

جب آپ آسمانوں پر پہنچے تو فرشتوں نے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام نے آپ کو مرحبا کہا، اس سے معلوم ہوا مہمان کا اکرام اور اس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور آسمانوں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات پر آپ نے ان کو سلام کیا، اس سے معلوم ہوا آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

شبِ معراج میں آپ نے دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے فضائل اور کمالات ذکر کر کے اپنے لئے دعا فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ مقامِ قُرب میں پہنچ کر دعا کرنے کی فضیلت ہے، اس لئے دل و جان سے دُعا کرنی چاہئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو نمازوں کی تعداد میں کمی کرانے کا مشورہ دیا، اس سے معلوم ہوا نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا چاہئے، اگرچہ جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہو۔ اور حضور ﷺ نے نمازیں کم کرانے کا مشورہ قبول کیا اور اس پر عمل کیا، اس سے معلوم ہوا مفید مشورہ قبول کرنا اچھا ہے۔

معراج کے واقعہ کے آخر میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیت المقدس کے حالات پوچھے، اس کا یہ مقصد تھا کہ میری تصدیق کرنے سے کافر بھروسہ کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا اہلِ حق اور اہلِ باطل کی گفتگو کے وقت حق کی تائید کیلئے ظاہراً مخالف کا طرفدار بن کر جانا بھی جائز ہے۔(۱)

IMP

(۱) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج ،ص:۸۳تا۸۶۔

معراج کا مذکورہ واقعہ بلا شبہ برحق اور سچا واقعہ ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے، لیکن معراج کی رات کونسی ہے؟ یہ حتمی طور پر طے نہیں ہے، اسی لئے اس میں دس اقوال ہیں۔ اور اس میں اس رات کی نسبت سے عبادت کرنے کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے، اسی لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس رات میں جاگنا، اور غیر معمولی اور اضافی عبادت کرنا ثابت نہیں۔ لہٰذا اس رات میں جاگنے کا خاص اہتمام کرنے اور خاص خاص طریقوں سے عبادت کرنے اور نفلیں پڑھنے اور ستائیس رجب کا روزہ رکھنے سے بچنا چاہئے۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ
جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ
جامعہ دارالعلوم کراچی

مآخذ ومصادر

جن کتب سے اس مضمون میں استفادہ کیا گیا ہے ان کے نام درجِ ذیل ہیں:

۱ ... نشر الطیب — حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

۲ ... تنویر السراج فی لیلۃ المعراج — حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

۳ ... معارف القرآن — سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

۴ ... سیرت المصطفیٰ — حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

۵ ... معراجِ رسول — علامہ سید سلیمان ندویؒ

۶ ... معراج — حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ

۷ ... درسِ مسلم — حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم



ماہِ رجب اور اس کی رسمیں

ماہِ رجب اور اس کی رسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ
عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ
وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

أَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ (الفاتحۃ)

وَقَالَ تَعَالٰى:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي
الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النسآء:۵۹)

وَقَالَ تَعَالٰى:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ
(الحشر:۷)

میرے قابلِ احترام بزرگو اور محترم خواتین!

میں اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ ماہِ رجب کے بارے میں کچھ باتیں بیان کروں گا، ان کو بیان کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر چند باتیں عرض کرتا ہوں، توجہ کے ساتھ سُنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور عمل کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

تمہید

سارے قرآنِ کریم کا خلاصہ سورہ فاتحہ ہے، اور سورہ فاتحہ کا خلاصہ یہ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (الفاتحۃ)

ترجمہ

(اے اللہ!) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام کیا، نہ کہ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر غضب نازل ہوا ہے، اور نہ اُن کے راستے کی جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

سیدھا راستہ اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ

اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھا راستہ نصیب فرمائے، اور یہ سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ملتا ہے، خود بخود نہیں ملتا، اس لئے

بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا اور درخواست سکھلائی گئی ہے کہ ہم سے صراطِ مستقیم مانگو، ہم تمہیں سیدھا راستہ بتائیں گے۔ اور بعد والی آیت میں اللہ پاک نے یہ بتایا کہ صراطِ مستقیم اور سیدھا راستہ کا ملنا کسی اللہ والے کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، محض پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ باعمل لوگوں کی خدمت وصحبت میں رہنے سے ملتا ہے۔ اور اللہ والے کون لوگ ہیں؟ اللہ والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، اور وہ کون لوگ ہیں؟ وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، ان کے بعد صدیقینؓ، شہداءؒ اور اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ پاک نے ان لوگوں کو ہدایت دی ہے اور ان کو سیدھا راستہ عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیاب، مقبول اور محبوب ہیں۔

ساتھ میں یہ بھی بتا دیا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ رہو اور اُن کی صحبت میں رہو، لیکن جو لوگ اسلام کے، مسلمانوں کے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں وہ ہرگز ہرگز صراطِ مستقیم اور ہدایت پر نہیں ہیں، اُن سے دور رہو۔ اگر ان کے پاس بیٹھو گے، ان سے رابطے رکھو گے تو ان کی بُری صحبت کا اثر تمہارے اندر بھی آئے گا، جس کے نتیجہ میں تم صراطِ مستقیم سے ہٹ سکتے ہو، اس لئے ایسے لوگوں سے دور رہو اور پہلی قسم کے لوگوں کے ساتھ رہو۔

سیدھے راستہ کی مثال

دوسری بات یہ ہے کہ خود سرکارِ دو عالَم جنابِ رسول اللہ ﷺ نے

اپنے متعدد ارشادات میں صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ اور صراطِ مستقیم سے ہٹ کر گمراہی اور بے دینی کے راستے کو مثال دے کر سمجھایا ہے، حدیث شریف میں اس کی یہ مثال آپ ﷺ نے دی ہے کہ ایک راستہ بالکل سیدھا ہے اور اس کے دائیں بائیں کچھ ٹیڑھے راستے ہیں، ان کے درمیان کا راستہ صراطِ مستقیم کی مثال ہے جو سیدھا جنت میں لے جانے والا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ راستہ بتانے والے سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں اور منزل پر پہنچانے والے اللہ جل شانہ ہیں، اور منزل سے مراد جنت میں داخل ہونا ہے، اور جتنے راستے دائیں بائیں نکل رہے ہیں ان میں سے ہر راستہ گمراہی کے راستہ کی مثال ہے، جو گمراہی کا راستہ ہے، بے دینی کا راستہ ہے، ان تمام راستوں کے آخر میں شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو بھی ان راستوں پر چلے گا وہ شیطان تک پہنچے گا، اور شیطان جہنم میں جانے والا ہے، وہ اپنے تابعداروں کو جہنم میں لے جانے والا ہے، لہٰذا سیدھے راستہ پر چلو اور دائیں بائیں کے راستہ سے بچو، جو ذلت کے راستے ہیں، ناکامی کے راستے ہیں، تباہی اور بربادی کے راستے ہیں۔

راہِ سنت اور اس کی تاکید

صراطِ مستقیم سارے قرآن کا نام ہے جس کو شریعت کہتے ہیں، اسی کو اللہ جل شانہ اور ان کے پیغمبر سرکارِ دو عالم ﷺ نے بتلایا ہے، اس کو سُنت کا راستہ بھی کہتے ہیں، لہٰذا جو کچھ آپ ﷺ نے اللہ جل شانہ کے حکم سے بتایا

ہے اور عمل کر کے دکھایا ہے، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور سنت سے ہٹ کر بدعت کا راستہ، ناجائز رسم ورواج کا راستہ، گمراہی اور بے دینی کا راستہ ہے اور شیطان کا راستہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بہت سے ارشادات کے ذریعہ صراطِ مستقیم پر، شاہراہِ سنت پر، اپنی تابعداری کرنے پر، اور اپنے صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر، بالخصوص حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ کے طریقے پر چلنے کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا. وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رواہ مسلم

(مشكاة المصابيح: ۱/ ۳۱)

ترجمہ

بلاشبہ سب سے بہترین بات اللہ جل شانہ کی کتاب ہے (یعنی جتنے بھی دنیا میں کلام ہیں ان میں سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) اور سب سے بہترین راستہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، اور سب سے بدترین چیز بدعتیں اور نئے نئے طریقے ہیں (جو طریقے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں بتائے، بعد میں لوگوں نے اپنی طرف سے بنالئے وہ سب سے بدترین ہیں) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ بعض روایتوں میں ہے: ہر گمراہی (اور بدعت کا راستہ) جہنم میں ہے، یعنی جہنم میں لے جانے والا ہے۔

حضور ﷺ کی پیروی کرنا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ. إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبَى

(صحیح البخاری: ۱/۱۹۶)

ترجمہ

میری ساری امت جنت میں جائے گی، مگر جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری تابعداری کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میری تابعداری نہیں کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی سنت پر چلنا جنت میں جانا ہے، اور سنت پر عمل نہ کرنا بلکہ اس کے مقابلے میں خدانخواستہ کسی بدعت پر عمل کرنا یا کسی ناجائز رسم پر عمل کرنا جو کسی خاندان، قوم یا برادری کے اندر رائج ہو، یہ جنت میں جانے سے انکار کرنے کے برابر ہے۔

کثرتِ عبادت کے بجائے اتباعِ سنت ضروری ہے

ایک روایت میں ہے کہ تین صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت ازواجِ مطہراتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ یہ معلوم کریں کہ آنحضرت ﷺ اپنے گھر میں کتنی عبادت کرتے ہیں، تاکہ ہم بھی اسی طرح اپنے گھر میں زیادہ

سے زیادہ عبادت کریں۔ جب یہ ازواجِ مطہراتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حضور ﷺ کی گھر میں عبادت کی کیفیت معلوم کی تو اس کو سُن کر ان حضرات نے یہ محسوس کیا کہ حضور ﷺ گھر میں بہت زیادہ عبادت نہیں فرماتے، جبکہ وہ یہ خیال لیکر آئے تھے کہ شاید حضور ﷺ گھر میں بہت زیادہ عبادت کرتے ہوں گے، پھر انہوں نے آپس میں گفتگو کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے برابر کہاں ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ اللہ جل شانہ کے پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کی تھوڑی سی عبادت بھی بہت ہے، زیادہ عبادت ہمیں کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے یہ طے کرلیا کہ میں ہمیشہ دن میں روزہ رکھا کروں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا، یعنی کسی دن بھی روزہ کا ناغہ نہیں کروں گا۔ دوسرے صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو مصلیٰ پر گزارا کروں گا، یعنی میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، کبھی نہیں سوؤں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گا، کیونکہ نکاح کرنے سے بھی آدمی کو مشغولیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے آدمی اتنی عبادت نہیں کر سکتا جتنی غیر شادی شدہ آدمی کرسکتا ہے۔ گویا تینوں صحابہ کرامؓ آپس میں یہ تہیّہ کر رہے تھے کہ ہم اپنی ساری زندگی عبادت میں گزاریں گے۔

تھوڑی دیر میں سرکارِ دو عالَم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے آ کر فرمایا کہ تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ بتلا دیا کہ تمہارے ان تین صحابہؓ نے یہ باتیں کی ہیں، صحابہ کرامؓ نے فرمایا:

جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ والا ہوں، لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، میں رات کو سوتا بھی ہوں اور جاگتا بھی ہوں، اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں اور انتقال کے وقت آپ ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (صحیح البخاری: ۱/۱)

ترجمہ

جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔

آپ ﷺ زیادہ عبادت کرنے سے منع فرما رہے ہیں اور اپنا طریقہ بیان فرما رہے ہیں، یعنی میں اپنے نفس کا حق بھی ادا کرتا ہوں، بیوی بچوں کا حق بھی ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہوں۔ یہ ہے میرا راستہ، جس کو سنت کا راستہ کہتے ہیں۔

حضراتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی سُنّت کی تاکید

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے وعظ فرمایا، اور ایسا پُر اثر وعظ فرمایا کہ دل دہل گئے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، کسی نے عرض کیا کہ حضور! آپ کا یہ وعظ ایسا ہے جیسے کسی رخصت ہونے والے کا وعظ ہوتا ہے کہ وہ کوئی اہم بات

نہیں چھوڑتا، بلکہ ہر بات دل سے کہہ دیتا ہے، لہٰذا آپ کچھ اور بھی ہمیں نصیحت فرما دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور حاکم کی بات سُننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ تم پر کالا کلوٹا حبشی حاکم ہو، کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہیگا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا، اور تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے، میرے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی سے تھامنا! اور تم نئے طریقوں سے پرہیز کرنا، کیونکہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(رواہ احمد)

یہ اس حدیث کا خلاصہ ہے، اس میں آپ ﷺ نے اپنا اور حضراتِ خلفاءِ راشدین کا طریقہ اختیار کرنے کی خوب تاکید فرمائی ہے۔ ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم سنت کے راستے کا نام ہے، اور راہِ سنت وہ ہے جسے حضور ﷺ نے بیان فرمایا، یا اپنے عمل سے کر کے بتایا، اور اسی طرح وہ راستہ جو حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ نے بتایا اور عمل کر کے دکھایا۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اَب ماہِ رجب کے بارے میں سنیئے!

ماہِ رجب میں دعا ثابت ہے

رجب کے مہینہ کے بارے میں صرف ایک چیز صحیح سند کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، اور وہ تین چار باتیں جو ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، ثابت نہیں۔ لہٰذا جو چیز ثابت ہے اُسے کرنا ہے، اور جو ثابت نہیں ہے اُسے نہ کرنا ہے۔ جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب رجب کا چاند

نظر آتا تو آنحضرت ﷺ یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

ترجمہ

یا اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کے مہینہ میں برکت عطا فرما،
اور ہمیں رمضان شریف تک پہنچا دیجئے۔

یعنی جب ہم رجب کے مہینے میں پہنچ گئے تو اب اتنی عمر کر دیجئے کہ ہمیں رمضان بھی نصیب ہو جائے، کیونکہ ماہِ رمضان برکتوں، رحمتوں، بخششوں، مغفرتوں اور دوزخ سے آزادی کا مہینہ ہے، اور اس میں عبادت کا اس قدر اجر وثواب ہے کہ کسی اور مہینہ کی یہ فضیلت نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم رجب کا چاند تو دیکھ لیں اور رمضانُ المبارک کے مہینہ سے محروم ہو جائیں، آپ ﷺ رجب کا چاند نظر آنے پر یہ دعا فرماتے تھے، ہمیں بھی یہ دعا مانگنی چاہیے، یہ سنت ہے، یہ ہدایت ہے، یہ صراطِ مستقیم ہے۔ اگر چاند نظر آنے کے وقت نہیں مانگی تو بعد میں مانگ لیں اور وقفے وقفے سے مانگتے رہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ماہِ رمضان عطا فرما دیں۔ آمین

۲۷ رجب کی شب کی کوئی فضیلت ثابت نہیں

اب ان باتوں کا مختصراً ذکر کرتا ہوں جو ثابت نہیں ہیں، ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ستائیسویں رجب کی رات کو بڑی فضیلت کی رات سمجھتے ہیں، عبادت کی رات سمجھتے ہیں،

بلکہ بعض لوگ اس کو شبِ قدر سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ ایسی کوئی بات قرآن و سنت سے ثابت نہیں، بلکہ ستائیسویں رجب کی رات بھی عام راتوں کی طرح ایک رات ہے، اس کی الگ سے اپنی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے۔

معراج کا واقعہ برحق ہے

تاہم معراج کا واقعہ بالکل برحق ہے، اور سو فیصد درست ہے، اور وہ بہت بڑا اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو عطا فرمایا، آپ ﷺ اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ اور اسی دنیاوی حیات کے ساتھ دنیا سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت و جہنم کی سیر کرائی، اپنی بارگاہ میں ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا، پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل کم ہو کر پانچ رہ گئیں، لیکن ثواب کے اعتبار سے پچاس کے برابر رہیں، یہ سب اسی شب کا صدقہ ہے جو معراج کے ذریعہ حضور ﷺ کے واسطے سے ہمیں حاصل ہوا ہے۔

معراج کی رات کا واقعہ اپنی جگہ بالکل برحق ہے، جیسا کہ تفصیل سے اس رسالہ کے شروع میں لکھا گیا۔ لیکن اوّل تو رجب کی ستائیسویں شب میں اس واقعہ کے ہونے کا کوئی پکا ثبوت نہیں، مشہور قول یہی ہے لیکن یہ کوئی مستند بات نہیں ہے کہ معراج رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ معراج ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی تھی، بعض روایتوں میں ماہِ رجب کا ذکر ہے، بعض روایتوں میں کسی اور مہینے کا ذکر ہے، چنانچہ اس

سلسلہ میں دس قول ہیں۔

۲۷؍رجب کی رات میں کوئی خاص عبادت ثابت نہیں

پھر اس رات کی مذکورہ فضیلت جو لوگوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے اور وہ اس کو عبادت اور فضیلت کی رات سمجھتے ہیں، اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو جو معراج ہوئی ہے ایک قول کے مطابق وہ نبوت ملنے کے پانچ سال بعد ہوئی ہے، یعنی سن ۵؍ نبوی کو مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ مزید اٹھارہ سال دنیا میں حیات رہے، آپ ﷺ کی زندگی میں اٹھارہ مرتبہ رجب کی ستائیسویں شب آئی، لیکن آپ ﷺ نے کسی مرتبہ میں بھی اس رات کی الگ سے کوئی فضیلت بیان نہیں کی، اور آپ ﷺ سے اس رات میں بطورِ خاص عبادت کرنے اور اس کا اہتمام کرنے کی کوئی تاکید یا ترغیب منقول نہیں۔ حالانکہ دیگر فضیلت والی راتوں کی عظمت، اہمیت اور ان کی فضیلت آپ سے ثابت ہے۔

پانچ مُبارک راتوں کی فضیلت ثابت ہے

مثلاً شبِ قدر کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ بڑی مبارک رات ہے اور اس میں عبادت کرنے کا بڑا ثواب ہے، اور یہ فضیلت قرآن شریف کی سورۃُ القدر سے ثابت ہے، اور اس کی تفسیر و تفصیل آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے، علماء ہر سال رمضان شریف میں شبِ قدر کے فضائل بیان فرماتے

ہیں۔ایسے ہی شبِ برأت کی فضیلت بھی احادیثِ طیبہ سے ثابت ہے، قرآن پاک کی آیات سے بھی دلالۃً ثابت ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو آدمی ان راتوں میں عبادت کرے گا اُس کیلئے جنت واجب ہوجائے گی، اس میں ایک آٹھ ذی الحجہ کی رات، دوسرے نو (۹) ذی الحجہ کی رات، تیسرے دس ذی الحجہ کی رات، چوتھے عیدُ الفطر کی رات، پانچویں شبِ قدر۔ایسے ہی یکم ذی الحجہ سے لیکر دس ذی الحجہ تک کی دس راتیں بڑی فضیلت والی ہیں، ان راتوں کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے کہ اُن میں سے ہر رات کی عبادت شبِ قدر کی عبادت کے برابر ہے، اور ان کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

ان مذکورہ راتوں کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور وہ بیان بھی کی جاتی ہے اور اس پر مسلمان عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، لیکن رجب کی ستائیسویں رات کی فضیلت صحیح سند کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔

پھر حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سو سال تک دنیا میں صحابہ کرامؓ رہے، آخری صحابیؓ جو اس دنیا سے رخصت ہوئے اُن کا نام حضرت فضل بن عباسؓ ہے، یہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، آپ ﷺ کے انتقال کے سو سال بعد ان کا انتقال ہوا ہے، سو سال میں سو مرتبہ رجب کا مہینہ آیا، لیکن اس پورے عرصہ میں کسی صحابی سے اس رات میں جاگنا، عبادت کرنا یا اس رات کی کوئی خاص فضیلت وغیرہ کچھ بھی منقول نہیں۔

اس آخری امت میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے بعد صحابہ کرامؓ ہیں، کیا اُن سے کوئی عبادت میں بڑھ سکتا ہے؟ ان سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکتا ہے؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمادیا کہ میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کرنے والا ہوں، لہٰذا تم میرا طریقہ اختیار کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں اس شب میں جاگنا یا اس کی کوئی خاص فضیلت سمجھنا یا اس کو عام راتوں سے بڑھ کر کوئی خاص اہمیت دینا ثابت نہیں، لہٰذا یہ سیدھا راستہ نہیں ہے، یہ بدعت کا راستہ ہے، یہ گمراہی کا راستہ ہے، یہ دوزخ کا راستہ ہے، جس سے بچنا چاہئے۔

۲۷/رجب کا روزہ ثابت نہیں

جس طرح اس رات کی اہمیت بعض لوگ سمجھتے ہیں ایسے ہی ستائیسویں شب کے روزے کا بھی بعض لوگ بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس کی بھی خصوصی فضیلت سمجھتے ہیں، جبکہ ستائیسویں رجب کے روزے کی بھی کسی صحیح سند والی حدیث سے کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں۔ بعض ضعیف روایات میں اس دن کے روزے کا ذکر ہے، بہر حال صحیح سند کے ساتھ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے اس دن کے روزے کی کوئی خاص فضیلت ثابت ہوتی ہو۔ جیسے یکم رجب کا روزہ ہے، پانچ رجب کا روزہ ہے، ایسے ہی ستائیسویں رجب کا روزہ ہے، یعنی نفلی روزہ ہے، اس درجہ میں رکھنا چاہو رکھ لو، لیکن رجب کی

ستائیسویں تاریخ ہونے اور اس رات میں شبِ معراج ہونے کی وجہ سے اس دن کے روزے کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہے۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کا ۲۷ رجب کا روزہ تڑوانا

بلکہ حضرت عمر فاروقؓ جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے تھے اور سنت پر جَم جانے والے تھے اور سنت کے راستہ سے ایک انچ بھی ہٹنے والے نہیں تھے، اُن کا عمل یہ تھا کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ستائیسویں رجب کو بطورِ خاص روزہ رکھتے ہیں اور اہمیت کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں تو وہ اپنے گھر کے باہر تشریف لائے، اور جس جس کے بارے میں یہ اندازہ ہوا کہ اس نے یہ روزہ رکھا ہے اُس سے کہا کہ وہ میرے سامنے کھانا کھائے، تاکہ پتہ چلے کہ اس نے یہ روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ اس طرح بہت سے لوگوں کے روزے تُڑوائے، تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ اس دن کے روزے کی کوئی خصوصی فضیلت نہیں ہے، جب کوئی فضیلت نہیں ہے تو تم نے اپنی طرف سے اس دن کو کیوں خاص کیا؟ اور اس کو خاص فضیلت کیوں دی؟ یہ اپنی طرف سے دین میں اضافہ کرنا ہے جو سراسر بدعت ہے اور ناجائز ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

دین اتباع کا نام ہے

اور یہ سبق دیدیا کہ دین اپنی مرضی سے چلنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان کر چلنے کا نام ہے، جب وہ کہیں روزہ

رکھو تو روزہ رکھ لو، جب وہ منع کر دیں تو روزہ مت رکھو۔ رمضان شریف کے روزے رکھنے فرض ہیں، عید کا روزہ رکھنا حرام ہے، اب بتایئے رمضانُ المبارک کے روزے اور عیدُ الفطر کے روزے میں کیا فرق ہے؟ اس میں بھی سحری ہے، عید کے روزے میں بھی سحری ہے، اس میں بھی افطاری ہے، اس میں بھی افطاری ہے، اس میں صبح سے شام تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے تعلقات سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور عید کے دن کے روزے میں بھی یہی کرنا ہے، لیکن رمضانُ المبارک کا روزہ رکھنے میں اتباع ہے اور عید کا روزہ رکھنے میں نافرمانی ہے۔

نمازِ مغرب میں چار رکعت ادا کرنا جائز نہیں

یا جیسے نماز ہے، اگر کوئی مغرب کی تین رکعات کے بجائے چار رکعت پڑھ لے تو دیکھئے اُس نے ایک رکعت زیادہ پڑھی، اور اس رکعت میں بھی اس نے وہی پڑھا جو تیسری رکعت میں پڑھا ہے، کوئی شراب نہیں پی، کوئی جُوا نہیں کھیلا، کوئی سٹہ نہیں کھیلا، کوئی گالی گلوچ نہیں کی، کوئی جھوٹ نہیں بولا، کوئی غیبت نہیں کی، بلکہ نماز میں قیام کیا، رکوع کیا، قومہ کیا، سجدہ کیا، قعدہ کیا، جلسہ کیا، التحیات پڑھی، یہ سب نیک کام ہیں اور یہ نیکیاں ہی نیکیاں کی ہیں، اس کے باوجود اگر آپ کسی بھی مسلمان سے پوچھیں گے تو وہ کہے گا کہ بالکل ناجائز ہے اور حرام ہے، اور حرام اس لئے ہے کہ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں بتایا، انہوں نے تین فرض بتائے ہیں، لہٰذا تین ہی پڑھنے ہوں گے خواہ

ہماری عقل اور سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اسی طرح سمجھ لو کہ ستائیسویں رجب کے روزے کی کوئی خصوصی اہمیت اور فضیلت ثابت نہیں، لہٰذا اس کے پیشِ نظر روزہ رکھنا جائز نہیں۔

رجب کے کونڈے خالص بدعت ہیں

تیسری بات یہ ہے کہ چلو مان لیا کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہونے کا واقعہ تو مشہور قول کے مطابق ثابت ہے اور ضعیف روایتوں سے کچھ نہ کچھ روزے کا ثبوت بھی ملتا ہے، لیکن ستائیسویں رجب کو جو کونڈے کئے جاتے ہیں یہ بالکل بھی ثابت نہیں ہیں، یہ خالص اپنی طرف سے بنائی ہوئی ایک بدعت ہے جو ہندوستان سے چلی آ رہی تھی، ہندوستان میں یہ بڑے زور وشور کے ساتھ منائی جاتی تھی، اب یہاں بھی منائی جاتی ہے۔ یہ کونڈے ہمارے یہاں ایسے لازم سمجھے جاتے ہیں کہ چاہے کوئی ساری عمر نماز نہ پڑھے، ساری عمر رمضان کا روزہ نہ رکھے، زکوٰۃ فرض ہو اور وہ نہ دے، حج فرض ہو لیکن حج نہ کرے، اور چاہے وہ شراب پیئے، جُوا کھیلے، سٹہ کھیلے، اور چاہے غیبت کرے، چاہے جھوٹ بولے، اس پر کوئی کچھ نہیں بولے گا، لیکن اگر کونڈے نہیں کئے تو سب اس پر لعن وطعن کریں گے، ملامت کریں گے کہ ارے! تو وہابی ہوگیا اور یہ ہوگیا، وہ ہوگیا۔

بہر حال کونڈوں کی قرآن وسنت میں کوئی اصل نہیں، معلوم ہوا کہ یہ پکی بدعت اور سراسر ناجائز ہے، اور یہ صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا راستہ ہے جو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے۔

۲۷/رجب کو چراغاں کرنا

آج کل ایک رسم اور چل پڑی ہے کہ جہاں ستائیسویں رجب میں عبادت وغیرہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہاں مساجد کو لائٹوں کے ذریعہ سجایا جاتا ہے، قمقمے لگائے جاتے ہیں، بعض لوگ اپنے گھروں کو بھی سجاتے ہیں، اندر کونڈوں کی رسم میں حلوہ پوری چلتی ہے اور باہر لائٹیں جلتی ہیں۔ کونڈوں کی خرابی اوپر آچکی اور ضرورت سے زیادہ لائٹیں جلانے میں دو خرابی ہیں: ایک یہ کہ اس طرح چراغاں کرنا ثابت نہیں ہے، اور ثابت ہو بھی نہیں سکتا، اس لئے کہ یہ اسراف ہے اور اسراف سراسر گناہ ہے، جب ایک جائز اور مُباح چیز میں اسراف ممنوع ہے تو یہاں وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کر رہے تھے (اور اس میں پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: سعد! یہ کیسا اسراف ہے؟ (یعنی پانی بلا ضرورت کیوں بہایا جا رہا ہے؟) انہوں نے عرض کیا حضور! کیا وضو کے پانی میں بھی اسراف ہے؟ (یعنی کیا وضو میں پانی زیادہ استعمال کرنا بھی اسراف میں داخل ہے؟) آپ نے فرمایا: ہاں یہ بھی اسراف میں داخل ہے، اگرچہ تم کسی بہتی ہوئی نہر کے کنارے پر ہی کیوں نہ ہو۔ (مسند احمد و سنن ابن ماجہ)

اس حدیث میں آپ نے واضح فرمادیا کہ وضو میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے جس سے بچنا چاہئے، لہٰذا اگر کوئی نہر کے

کنارے وضو کر رہا ہو اور بلا ضرورت پانی استعمال کرے تو وہ بھی درست نہیں، لہٰذا جب وضو جو عبادت ہے اس میں اسراف جائز نہیں گناہ ہے تو ۲۷ رجب کی شب میں چراغاں کرنا تو کوئی عبادت بھی نہیں بلکہ گناہ ہے اور گناہ کے کام میں اسراف اور زیادہ گناہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

ہمارے یہاں بجلی کا قحط ہے، لوڈ شیڈنگ سے لوگ عاجز اور بیزار ہیں، اور حال یہ ہے کہ ایسے حالات میں بعض مبارک راتوں اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی فضیلت والی رات میں بیشمار لائٹیں لگائی جاتی ہیں اور قمقمے لگائے جاتے ہیں، یہ سراسر اسراف ہے جو ناجائز ہے، جو ہدایت کا راستہ نہیں ہے۔

اس میں دوسری خرابی یہ ہے کہ اس میں ہندوؤں کے عمل کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ ہندوؤں میں جب دیوالی ہوتی ہے تو اس میں وہ چراغاں کیا کرتے ہیں، یہ پُرانی رسم ہے جو اُن کے یہاں چلی آرہی ہے، اور اس میں آتش پرستوں کی مشابہت بھی ہے، کیونکہ آتش پرستوں کا معبود آگ ہے، اس لئے وہ اپنی خوشی کے مواقع پر زیادہ سے زیادہ چراغاں کرتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اُن کا خدا اُن کے سامنے رہے اور اُن کا دل خوش ہو۔ تو اس میں مجوسیوں کی مشابہت اور ہندوؤں کی مشابہت ہے، اور حضور ﷺ نے فرمادیا کہ:

" مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داود: ۴/۶۹)

ترجمہ

جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُنہی میں شمار ہوگا۔

یہ گناہ اس رات میں کثرت سے ہوتا ہے، لہٰذا اس رات میں جاگنے سے،

روزہ رکھنے سے، اپنے گھروں میں چراغاں کرنے سے اور کونڈے وغیرہ بھرنے سے بچنا چاہئے، یہ کام بدعت ہیں، یہ ناجائز ہیں، یہ خلافِ شرع ہیں، یہ گمراہی کے راستے ہیں، یہ صراطِ مستقیم سے ہٹ کر ہیں۔ صراطِ مستقیم یہ ہے کہ رجب کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے جو دعا ثابت ہے وہ مانگتے رہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ کے عمل سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے رجب کے مہینہ سے آپ ﷺ کو رمضان کے مہینہ کا شوق شروع ہوجاتا تھا، ہمارے اندر بھی یہ شوق ہونا چاہئے۔ شوق کا مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی سے رمضان شریف کیلئے تیاری شروع کردیں، اور ماہِ رمضان کیلئے اپنا ایسا نظامِ زندگی بنائیں کہ رمضان شریف میں ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ملے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ صراطِ مستقیم پر، سُنت کے راستے پر، حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ کے راستے پر، دین کے راستے پر قائم رکھے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

نظرِ ثانی:

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ
جامعہ دارالعلوم کراچی
۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ
بروز پیر بعد مغرب